﴿... اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ﴾ (آل عمران: ٧٤) ﴿... عَسٰى اَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا﴾ (بنی اسرائیل: ٨٠)

الفضل

ہفت روزہ

انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ نصیر أحمد قمر

جلد ۱ جمعہ ۱۳ مئی ۱۹۹۴ء ۲۵ ذوالقعدہ ۱۴۱۴ھ شمارہ ۱۹

القرآن الحکیم

وَمَنْ يُهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ (النساء: ۱۰۱)

اور جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے تو وہ زمین میں بہت پناہ گاہیں اور فراخی پائے گا۔

ارشادات عالیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"عورت اور مرد کا جوڑا تو باطل اور عارضی جوڑا ہے۔ میں کہتا ہوں حقیقی ابدی اور لذت مجسم کا جو جوڑا ہے وہ انسان اور خدائے تعالیٰ کا ہے۔ مجھے سخت اضطراب ہوتا ہے اور کبھی کبھی یہ رنج میری جان کو کھانے لگتا ہے کہ ایک دن اگر کسی کو روٹی یا کھانے کا مزا نہ آئے، طبیب کے پاس جاتا اور کیسی کیسی منتیں اور خوشامدیں کرتا اور روپیہ خرچ کرتا اور دکھ اٹھاتا ہے کہ وہ مزا حاصل ہو۔ وہ نامرد جو اپنی بیوی سے لذت حاصل نہیں کر سکتا بعض اوقات گھبرا گھبرا کر خودکشی کے ارادے تک پہنچ جاتا ہے اور اکثر موتیں اس قسم کی ہو جاتی ہیں۔ مگر آہ! وہ مریض دل وہ نامرد کیوں کوشش نہیں کرتا جس کو عبادت میں لذت نہیں آتی اس کی جان کیوں غم سے نڈھال نہیں ہو جاتی؟ دنیا اور اس کی خوشیوں کے لئے تو کیا کچھ کرتا ہے مگر ابدی اور حقیقی راحتوں کی وہ پیاس اور تڑپ نہیں پاتا۔ کس قدر بے نصیب ہے۔ کیسا ہی محروم ہے! عارضی اور فانی لذتوں کے علاج تلاش کرتا ہے اور پالیتا ہے۔ کیا ہو سکتا ہے کہ مستقل اور ابدی لذت کے علاج نہ ہوں؟ ہیں اور ضرور ہیں۔ مگر تلاش حق میں مستقل اور پویا قدم درکار ہیں۔

قرآن کریم میں ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے صالحین کی مثال عورتوں سے دی ہے۔ اس میں بھی سر اور بھید ہے۔ ایمان لانے والے کو آسیہ اور مریم سے مثال دی ہے۔ یعنی خدائے تعالیٰ مشرکین میں سے مومنوں کو پیدا کرتا ہے۔ بہرحال عورتوں سے مثال دینے میں دراصل ایک لطیف راز کا اظہار ہے۔ یعنی جس طرح عورت اور مرد کا باہم تعلق ہوتا ہے اسی طرح پر عبودیت اور ربوبیت کا رشتہ ہے۔ اگر عورت اور مرد کی باہم موافقت ہو اور ایک دوسرے پر فریفتہ ہو تو وہ جوڑا ایک مبارک اور مفید ہوتا ہے ورنہ نظام خانگی بگڑ جاتا ہے اور مقصود بالذات حاصل نہیں ہوتا ہے۔ مرد اور جگہ خراب ہو کر صدہا قسم کی بیماریاں لے آتے ہیں۔ آتشک سے مجذوم ہو کر دنیا میں ہی محروم ہو جاتے ہیں۔ اور اگر اولاد ہو بھی جائے تو کئی پشت تک یہ سلسلہ چلا جاتا ہے اور ادھر عورت بے حیائی کرتی پھرتی ہے اور عزت و آبرو کو ڈبو کر بھی سچی راحت حاصل نہیں کر سکتی۔ غرض اس جوڑے سے الگ ہو کر کس قدر بدنتائج اور فتنے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح پر انسان روحانی جوڑے سے الگ ہو کر مجذوم اور مخذول ہو جاتا ہے۔ دنیاوی جوڑے سے زیادہ رنج و مصائب کا نشانہ بنتا ہے۔

جیسا کہ عورت اور مرد کے جوڑے سے ایک قسم کی بقاء کے لئے حظ ہے اسی طرح پر عبودیت اور ربوبیت کے جوڑے میں ایک ابدی بقا کے لئے حظ موجود ہے۔ صوفی کہتے ہیں کہ یہ حظ جس کو نصیب ہو جائے وہ دنیا اور مافیہا کے تمام حظوظ سے بڑھ کر ترجیح رکھتا ہے۔ اگر ساری عمر میں ایک بار بھی اس کو معلوم ہو جائے تو وہ اس میں ہی فنا ہو جائے۔ لیکن مشکل تو یہ ہے کہ دنیا میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے اس راز کو نہیں سمجھا اور ان کی نمازیں نری ٹکریں ہیں اور اوپرے دل کے ساتھ ایک قسم کی قبض اور تنگی سے صرف نشست و برخاست کے طور پر ہوتی ہے۔

مجھے اور بھی افسوس ہوتا ہے کہ جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ بعض لوگ صرف اس لئے نمازیں پڑھتے ہیں کہ وہ دنیا میں معتبر اور قابل عزت سمجھے جائیں اور پھر اس نماز سے یہ بات ان کو حاصل بھی ہو جاتی ہے یعنی وہ نمازی پرہیزگار کہلاتے ہیں پھر کیوں ان کو یہ کھا جانے والا غم نہیں لگتا کہ جب جھوٹ موٹ اور بے دلی کی نماز سے ان کو یہ مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے تو کیوں ایک سچے عابد بننے سے ان کو عزت نہ ملے گی اور کیسی عزت ملے گی۔

غرض میں دیکھتا ہوں کہ لوگ نمازوں میں غافل اور سست اسی لئے ہوتے ہیں کہ ان کو اس لذت اور سرور سے اطلاع نہیں جو اللہ تعالیٰ نے نماز کے اندر رکھا ہے اور بڑی بھاری وجہ کسل کی یہی ہے"۔

(ملفوظات جلد اول صـ ۲۶، ۲۷)

مختصرات

حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ان دنوں یہ معمول ہے کہ حضور انور روزانہ قریباً ایک گھنٹہ کے لئے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام "ملاقات" میں تشریف لاتے ہیں۔ یہ گویا حضور انور کی مجلس عرفان ہوتی ہے جس سے ساری دنیا کے ناظرین بھرپور استفادہ فرماتے ہیں۔ ان مجالس کی مختصر کیفیت بغرض ریکارڈ اس جگہ پیش کی جارہی ہے۔ یاد رہے کہ اصل لطف تو ان مجالس کو براہ راست دیکھنے اور سننے سے تعلق رکھتا ہے۔

۲، ۳ مئی ۱۹۹۴ء: پروگرام کے مطابق پیر اور منگل کے روز ہومیو پیتھی طریق علاج کے بارہ میں کلاس کا انعقاد ہوتا ہے۔ ان دونوں دنوں میں حضور انور نے مختلف ادویات کے خواص اور استعمال کے بارہ میں تفصیلی معلومات بہم پہنچائیں۔ حضور نے فرمایا کہ ہومیو پیتھی نام ہے ملتی جلتی چیزوں سے علاج کرنے کا۔ اسی طرح ہومیو پیتھی طریق علاج نام ہے مرض کی جسم کو یا روح کو شناخت کروانے کا۔ اس طریقہ علاج میں معالج کے لئے ضروری ہے کہ وہ مریض کا بھی اور دوائی کا بھی خوب اچھی طرح مزاج شناس ہو جائے۔ یہ دونوں باتیں مل جائیں تو یہ ادویات حیرت انگیز اثر دکھاتی ہیں۔ اس طریق علاج میں شفا ان طاقتوں کے ذریعہ حاصل کی جاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم میں ودیعت کر رکھی ہیں۔ احمدی ہومیو پیتھ معالجین کو چاہئے کہ جب دواؤں کے حیرت انگیز اثرات ظاہر ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے اور اسی کی حمد کے گیت گائیں جس نے انسانی جسم کے اندر ہی شفا کا حیرت انگیز نظام پیدا فرمایا ہے۔ فرمایا کہ میری دعا ہے کہ احمدی ساری دنیا میں روحانی طور پر اور جسمانی طور پر شفا عطا کرنے والے بن جائیں اور انہیں اس بات کا ٹھیکہ مل جائے۔ اللہ تعالیٰ نے تو عطا فرما دیا ہے اب احمدیوں کو ہمت کرنی چاہئے۔

حضور انور نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے طاعون کے دنوں میں بیان فرمایا ہے کہ مجھے روحانی ذریعہ سے اس کا علاج بتایا گیا ہے۔ حضور نے اس علاج کی تفصیل بیان فرمائی اور واضح فرمایا کہ اس علاج کی اشاعت کے لئے مسیح موعود علیہ السلام کا سچا جوش آپ کی صداقت کی دلیل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہومیو پیتھی طریقہ علاج کا اگر روحانیت سے تعلق نہیں تو یہ ایک لغو بات ہے۔

۴ مئی ۱۹۹۴ء: آج کے پروگرام کی ابتداء میں حضور انور نے بنگلہ دیش میں آنے والے حالیہ طوفان کے ضمن میں دعا کی تحریک فرمائی نیز وہاں کی جماعت اور بالخصوص خدام کو پورے حوصلہ اور ہمت سے امدادی کاروائی کی تلقین فرمائی۔ اسی تعلق میں حضور نے ہیضہ اور بعض اور امراض کے لئے ہومیو پیتھی ادویات کی تفصیل بیان فرمائی۔

بعد ازاں مولوی محمد یوسف لدھیانوی کے کتابچہ میں اٹھائے گئے اعتراضات کے جوابات کا سلسلہ جاری رہا۔ فرمایا کہ غیر احمدی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فیض بند کرنے والے نبی کے طور پر مانتے ہیں اور ہم فیض رساں نبی کے طور پر۔

بقیہ صـ ۱۰

مسلمانوں کی نجات حبل اللہ سے وابستگی میں ہے

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:-

"آج مسلمانوں کی جو حالت ہے وہ پوشیدہ نہیں۔ ان کے لئے کوئی ترقی کا راستہ نہیں۔ گرے ہوئے ہیں اور تھک کر بیٹھ گئے ہیں۔ یہ اپنے آپ کو ڈوبنے سے بچانے کے لئے ہاتھ پیر مارتے ہیں لیکن اور زیادہ لہروں کے نیچے دبے جا رہے ہیں۔ ان کی مثال دلدل میں پھنسے ہوئے انسان کی مانند ہے۔ جو نکلنے کے لئے جس قدر زور لگاتا ہے اسی قدر دھنستا چلا جاتا ہے اور آخر غرق ہو جاتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ وہ ذلت اور رسوائی سے نکلنے کے لئے جو بھی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ان کے لئے اور زیادہ ذلت کا موجب بنتی ہے۔ وہ جس قدر زیادہ ہلاکت سے بچنے کے لئے زور لگاتے ہیں۔ اسی قدر زیادہ غرق ہوتے جاتے ہیں۔ یہی کہ ان کی کوشش غلط طریق پر ہے۔ دلدل سے بچنے کا ایک ہی طریق ہوتا ہے اور وہ یہ کہ بیرونی مدد آئے اور اس کے ذریعہ باہر نکلا جائے۔ پس دلدل میں پھنسے ہوئے انسان کو چاہئے کہ باہر سے جو رسہ اس کے نکالنے کے لئے اس کی طرف پھینکا جائے اسے پکڑے اور اس کے ذریعہ باہر آ جائے۔ چونکہ ایک زمانہ مسلمانوں پر ایسا آنا تھا۔ اور ایسے خطرناک دلدل میں پھنسنا تھا۔ جس سے انہیں کوئی دنیاوی کوشش نہیں نکال سکتی تھی۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اس وقت مسیح اترے گا جو ان ڈوبتوں کو بچالے گا"۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا

ایک غیر مطبوعہ، تاریخی اور ایمان افروز پیغام

آج سے ٹھیک دس سال قبل (۴ مئی ۱۹۸۴ء کو) سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے پاکستان کے احمدیوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایک تاریخی پیغام رقم فرمایا۔ یہ حضور انور کے پاکستان سے ہجرت کر کے لندن آنے کے چند روز بعد کی بات ہے۔ پاکستان کے احمدی اخبارات و رسائل پر اس ظالمانہ سیاہ قانون کے سایہ کی وجہ سے جس نے پاکستان کے احمدیوں کو ان کے جائز اور قانونی بنیادی حقوق اور اظہار بیان کی آزادی سے محروم کیا ہوا ہے، یہ بیش قیمت پیغام ابھی تک پاکستان کے کسی اخبار یا رسالہ میں شائع نہ ہو سکا اگرچہ زبانی طور پر احباب جماعت تک پہنچا دیا گیا۔

اب اللہ تعالیٰ نے الفضل انٹرنیشنل کی صورت میں ہمیں آزادی بیان کا مؤثر ذریعہ عطا فرمایا ہے چنانچہ تاریخ احمدیت کا یہ زریں ورق ـــــ یعنی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ تاریخی اور ایمان افروز پیغام احباب جماعت کے ازدیاد ایمان اور ریکارڈ کی غرض سے پیش خدمت ہے۔

(عطاء المجیب راشد ـ امام مسجد فضل لندن)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

The London Mosque

16 GRESSENHALL ROAD : PUTNEY : LONDON SW18 5QL TEL: 01-874 6298 CABLES: ISLAMABAD LONDON

DATE 4...5...1363 / 1984

میرے پیارے احمدی بھائیو، بہنو اور بچو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہرچند کہ یہ جدائی عارضی ہے اور انشاء اللہ بہت جلد سفر کے کامیاب اختتام پر پھر ملیں گے لیکن جن حالات میں ربوہ اور پاکستان کی دوسری جماعتوں کو نمازوں میں روتے اور بلکتے ہوئے اور مرغ بسمل کی طرح تڑپتے ہوئے چھوڑ کر آیا ہوں اس کی یاد نے دل پر غم کا ایسا گہرا سایہ ڈال رکھا ہے کہ روح کی گہرائیوں تک یہ غم اتر چکا ہے اور وجود کے ذرے ذرے میں اس کی تپش محسوس کرتا ہوں۔

خدا کی راہ میں دکھ اٹھانا ہمارا مقدر ہے۔ ہم نے بڑے صبر اور حوصلے کے ساتھ اپنے مکانوں کو جلتے ہوئے اور عمر بھر کے اثاثوں کو لٹتے ہوئے دیکھا۔ محض اس جرم کی سزا میں کہ خدا کی طرف سے آنے والے ایک منادی کی آواز پر ہم ایمان لے آئے۔ بارہا ہمارے بوڑھوں اور ہمارے بچوں اور ہمارے نوجوانوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے ذبح کیا گیا لیکن ہم نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور مقتول اپنی سوکھی ہوئی زبانوں سے قاتلوں کو دعائیں دیتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ بلاشبہ وہ حیات ابدی کا جام پی کر زندہ ہوئے اور آج بھی زندہ ہیں لیکن بے بصیرت آنکھیں اس کا شعور نہیں رکھتیں۔ ہاں مگر ان کے وہ غم بھی تو زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے جو وہ پیچھے چھوڑ گئے اور احمدیوں کے سینوں میں چراغوں کی طرح جل رہے ہیں۔ ہم ان چراغوں سے روشنی پاتے ہیں اور یہ ہمیں ہدایت کی راہ دکھاتے ہیں مگر ہمارے صبر کے دامن کو یہ جلا نہ سکے۔

خدا جانے کس نام پر کس کی رضا کی خاطر غریب کھوکھے والوں کے کھوکھوں کو نذر آتش کر دیا گیا اور تماش بین اپنی فتح و ظفر کا یہ نظارہ دیکھ کر تالیاں بجاتے اور قہقہے لگاتے رہے۔ وہ جو صبح سے شام تک، کبھی تو سخت سردی اور کبھی چلچلاتی دھوپ میں تہہ بازاری کے ذریعہ یا ریڑھیاں لگا کر اپنے اور اپنے بیوی بچوں کی معیشت کا غریبانہ سامان کیا کرتے تھے۔ بسا اوقات اس حال میں گھر لوٹے کہ ان کے سودے لٹ چکے تھے اور ان کی ریڑھیوں کے ٹکڑے ہر طرف بازاروں میں بکھرے پڑے تھے۔ وہ کون اور کس کا خدا تھا جو ان نظاروں کو دیکھ کر بہت مطمئن اور بہت خوش تھا۔ گویا اس نے تخلیق آدم کا مقصد پا لیا۔ وہ کس خدا کا عرش تھا جو ان کیف آور نظاروں سے جھوم اٹھا ہوگا۔ میں نہیں جانتا۔ میں کسی ایسے خدا کو نہیں جانتا۔ ہاں مگر میں یہ جانتا ہوں اور خدائے عزوجل کی عزت و جلال کی قسم کھا کر یہ کہتا ہوں کہ وہ ہمارے آقا و مولا رحمۃ للعالمین حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا نہیں تھا۔

یہ سب کچھ ہوا اور ہوتا آیا ہے لیکن کوئی آگ غریب کھوکھے والوں کے ایمان کو جلا نہیں سکی اور کوئی ٹھوکر اور کوئی ضرب ریڑھے والوں کے دین کے ٹکڑے نہ کر سکی۔ تہی دست بنانے والے عاجز آ گئے اور کسی کو تہی از ایمان نہ کر سکے۔

دنیا جن سے ناراض تھی ان سے خدا راضی ہوا۔ اہل دنیا نے جن کو بے بس اور بے کس اور مفلس اور قلاش بنا کر چھوڑ دیا تھا خدا نے انہیں نہیں چھوڑا اور بے بس اور بے کس اور مفلس اور قلاش نہیں رہنے دیا۔ پہلے سے بہت بڑھ کر رزق کی راہیں ان پر کشادہ کی گئیں۔ خدا ان سے اور وہ خدا سے بہت راضی ہوئے لیکن ان کے ایمان کا معجزہ یہ نہیں کہ جب خدا نے پہلے سے بہت بڑھ کر ان کو عطا کیا تب وہ خدا سے راضی ہوئے بلکہ ان کے ایمان کا معجزہ یہ ہے کہ وہ اس وقت بھی خدا سے راضی تھے جب ان کی تجارتوں کو تباہ کیا جا رہا تھا۔ وہ اس وقت بھی خدا سے راضی تھے جب وہ اپنے اثاثوں کو جلتا ہوا دیکھ رہے تھے۔ وہ اپنے لٹے اور اجڑے ہوئے گھروں میں خدا سے راضی تھے اور ان ہولناک دنوں اور دردناک راتوں میں بھی خدا سے راضی تھے اور راضی رہے جب بھوک آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کو بہت ڈراتی اور ستاتی اور تڑپاتی تھی۔ وہ مسکراتے ہوئے چہروں سے ان گھروں سے نکلتے اور ظلم کی گلیوں میں سر اٹھا کر چلتے رہے۔

ہرچند کہ بازاروں اور گلیوں میں چلنے والوں پر آوازے کسے گئے اور انہیں کافر و ملحد و دجال کہا گیا۔ ہر اسلام دشمن طاقت کا ایجنٹ بتایا گیا۔ کبھی وہ انگریز کا خود کاشتہ پودا کہلائے تو کبھی یہود اور امریکہ کا آلہ کار۔ اور اسی سانس میں ستم ظریفوں نے خدا کی قسمیں کھا کر یہ بھی اعلان کیا کہ سرخ روس کے مقرر کردہ تخریب کار بھی تو یہی ہیں۔

یہ سب مظالم بڑے حوصلے اور تحمل کے ساتھ ہم برداشت کرتے رہے اور ظلم کی کوئی تحریک ہماری مسکراہٹوں کو ہم سے چھین نہ سکی مگر اب؟ اب میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں اب جبکہ خدا کا نام بلند کرنے سے ہمیں جبراً روک دیا گیا۔ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی گواہی کا اعلان کرنے سے ہمیں باز رہنے کا حکم دیا گیا۔ اب جبکہ خدا کے وہ گھر جہاں سے پانچ وقت ایمان اور اخلاص میں ڈوبی ہوئی پرسوز و گداز اذان کی آوازیں بلند ہوا کرتی تھیں خاموش ہیں۔ تو یہ وہ صدمہ ہے جو ہماری برداشت سے باہر ہوا جاتا ہے اور سینوں میں غم کی ایک آگ سی بھڑک اٹھی ہے جسے کونی برداً وسلاماً کی آسمانی آواز کے سوا اب کوئی طاقت بجھا نہیں سکتی۔ نصرت الٰہی کی تقدیر کے سوا اب یہ آگ نہ بجھ سکتی ہے نہ ہم اسے بجھنے دیں گے۔ اب تو اس کے شعلے آسمان سے باتیں کریں گے اور آسمان ہی سے وہ فضل کا پانی اترے گا جو اسے ٹھنڈا کرے گا۔

زمینی لوگوں سے ہمیں کوئی امید نہیں۔ ہماری نگاہیں صرف آسمان کی طرف اٹھتی ہیں اور آسمان ہی کی طرف ہماری گریہ و زاری کا شور بلند ہو رہا ہے۔ یہ شور تو اب دبنے کا نہیں بلکہ بلند سے بلند تر ہوتا چلا جائے گا۔

سجدہ گاہوں میں بہنے والے ہمارے آنسو تو اب رکنے کے نہیں۔ اب تو انہیں بہنا ہے اور بہتے چلے جانا ہے۔ ہماری آنکھیں تو اب سے ہمیشہ رحمت باری کے قدموں پر جھکی ہی رہیں گی اور ان سے ٹپکنے والے غم ان قدموں کو ہمیشہ تر رکھیں گے۔

ایسا ہی ہوگا اور ہوتا رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ دن آئے گا اور خدا کی قسم وہ دن دور نہیں کہ جب رحمت باری خود ہم پر جھکے گی اور قدموں سے اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لے گی اور اپنے پیار کی گود میں بٹھائے گی اور اس کی شفقت کا ہاتھ ہمارے آنسو پونچھے گا اور اس کی محبت کی باہیں ہماری گردنوں کا ہار بن جائیں گی۔ اور اس کی الفت کی صبا اٹھلاتی ہوئی ہماری سمت چلے گی۔ وہ ہماری سسکتی دکھتی ہوئی روحوں کو سہلائے گی اور پریشان حالوں اور پراگندہ بالوں کو سلجھائے گی۔ اور اس کے پیار کی سرگوشیاں ہمیں سنائی دیں گی۔

اس کے پیار کی سرگوشیاں ہمیں سنائی دیں گی کہ اے میرے بندو، میرے در کے فقیرو میری خاطر تم بہت روئے اب میری ہی خاطر اپنے آنسو خشک کر لو۔ دیکھو میں تمہیں کہتا ہوں کہ اب نہیں رونا۔ دیکھو۔ میں تمہیں کہتا ہوں۔

میری رضا کی خاطر تمہارے چہرے اداس ہو گئے اور مسکراہٹیں لٹ گئیں۔ لیکن ذرا نگاہیں تو اٹھاؤ اور دیکھو کہ میں تمہیں کس پیار سے دیکھ رہا ہوں۔ مجھے دیکھو اور میری محبت کی شادابی سے پھولوں کی طرح کھل اٹھو۔ میرا پیار تمہیں گدگدائے گا اور تمہیں مسکرانا ہوگا۔ میری خاطر میرے بندو۔ میرے در کے فقیرو۔ میری خاطر!

غموں کے دن بیت گئے اور خوشیوں کا زمانہ آ گیا۔ اٹھو اور بلند آواز سے میری حمد کے ترانے گاؤ اور میری محبت کے ناقوس بجاؤ۔ آسمان کی طرف نظریں اٹھاؤ اور فوج در فوج میری نصرت

بقیہ صـ ۱۶

گستاخ رسولؐ پنڈت لیکھ رام کا عبرتناک انجام

(سید مبشر احمد ایاز)

سوانحی خاکہ

پنڈت لیکھ رام ۱۸۵۶ء میں موضع سید پور تحصیل چکوال ضلع جہلم میں پیدا ہوا۔ اس کے والد کا نام تارا سنگھ تھا۔ پانچ برس کی عمر میں وہاں کے ایک مقامی سکول میں داخل ہوا۔ ۱۵ برس کی عمر میں لیکھرام اپنے چچا گنڈارام کے پاس پشاور آگیا۔ ۱۸۷۶ء میں پولیس میں ملازمت اختیار کرلی اور رفتہ رفتہ نقشہ نویس سارجنٹ کے عہدے پر پہنچا۔ (لیکن جوشیلی طبیعت ہونے کی بنا پر) افسروں سے بن نہ سکی اور آخر کار ۱۸۸۴ء میں ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔

(دیباچہ کلیات آریہ مسافر)

مذہبی تعلیم

لیکھرام کی سوانح پڑھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جب ۱۵ سال کی عمر میں یہ پشاور آیا ہے تو ایک بڈھا سکھ بھائی جو اس کے چچا کے ماتحت تھا اس کے ذریعہ اس نے گورمکھی اور گیتا کو پڑھنا شروع کیا۔ پھر منشی اندر من مراد آبادی کی کتابیں پڑھیں اور مسلمانوں سے مباحثات وغیرہ شروع کئے۔ کنہیا الکھ داری کی کتابوں کے مطالعہ کے ذریعہ اسے سوامی دیانند سرسوتی بانی آریہ سماج سے تعارف ہوا۔ لیکھ رام نے ۱۸۸۱ء میں پشاور میں آریہ سماج قائم کیا۔ لیکن جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے ملازمت سے استعفیٰ دینے کی وجہ سے ۱۸۸۴ء میں لیکھ رام کو اس کی تقدیر لاہور لے آئی جو قادیان سے تھوڑے ہی فاصلے پر ہے۔

شادی

لیکھرام کی منگنی ایک جگہ ہو چکی تھی اور جب یہ ۲۲ سال کا ہوا تو گھر والوں نے شادی کا کہا مگر لیکھرام نے یہ کہہ کر شادی سے انکار کر دیا کہ میں آریہ دھرم کی خدمت کرنا چاہتا ہوں اور میں شادی کے بندھن وغیرہ میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ گھر والوں نے جب زیادہ زور لگایا تو پنڈت صاحب نے گھر چھوڑ کر چلے جانے کی دھمکی بھی دے دی۔ اور آخر کار ان کے گھر والوں نے لیکھرام کی منسوبہ کا بیاہ لیکھرام کے چھوٹے بھائی سے کر دیا۔ مگر لیکھرام صاحب آریہ دھرم کی خدمت کی وجہ سے شادی نہ کرنے کے عہد کو نباہ نہ سکے اور دو سال بعد ہی ۲۴ سال کی شریمتی لکشمی دیوی کے ساتھ شادی کرلی۔

CAN YOU SERIOUSLY AFFORD TO TRAVEL BY AIR WITHOUT FIRST CHECKING OUR PRICES? PHONE US FOR A QUOTE

ATLAS TRAVEL

THE TRAVEL AGENTS YOU CAN TRUST

061 795 3656

493, CHEETHAM HILL ROAD, MANCHESTER, M8 7HY

لیکھ رام کی تصنیفات

لیکھرام کی سوانح میں یہ ذکر ہوا ہے کہ پشاور آکر لیکھرام نے کسی سے گیتا پڑھنی شروع کی اور اس کے بعد آریہ سماج کے بانی پنڈت دیانند سرسوتی کے ساتھ اس کی ملاقات ہوئی۔ اور آریہ سماج نے اسلام اور بانی اسلام کے خلاف جو طوفان بدتمیزی برپا کیا ہوا تھا۔ لیکھرام نے ۱۸۸۱ء میں پشاور میں آریہ سماج قائم کر کے اس میں باقاعدہ حصہ لینے کا آغاز کر دیا۔ ویدک دھرم کی اشاعت کے لئے وہاں سے ایک رسالہ "دھرم اپدیش" جاری کیا لیکن صرف دو سال بعد مالی مشکلات کی بنا پر اس رسالہ کو بند کر دیا گیا۔

(دیباچہ کلیات آریہ مسافر ۔ ب کالم ۲)

۱۸۸۴ء میں لیکھ رام لاہور آگیا اور یہاں آکر اسلام کے خلاف بد زبانی تحریر و تقریر دونوں طریقوں سے شروع کی اور اس کی زبان اس وقت تک بند نہ ہوئی جب تک مسیح محمدی کی دعاؤں سے خدائی تلوار نے اس کا قلع قمع نہیں کر دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام، جنہوں نے براہین احمدیہ لکھ کر اسلام اور بانی اسلام کی صداقت کو روز روشن کی طرح ثابت کیا اور بانی اسلام کے خلاف بدزبانی کرنے والوں کو دعوت مبارزت دی اور ان کو للکارا۔ تو اس شیر ببر کا شکار ہونے والا "روبہ زار و نزار" یہ لیکھرام پہلی دفعہ ۱۸۸۵ء میں خدا کے اس پہلوان کے سامنے ہوا۔ لیکن اس کی تفصیل ذرا بعد میں۔ اس وقت چونکہ لیکھرام کی سوانح حیات کے ذکر میں اس کی تصنیف و تالیف کا ذکر مفقود ہے لہٰذا اس کی تصنیف کا ذکر کر کے اس حصہ کو ختم کرتا ہوں۔ آریہ سماج کی تحریرات اور تقریریں عموماً اور لیکھرام کی خصوصاً کس طرح کی ہوتی تھیں یہ بیان کرنا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان اور صفات مقدسہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے متعلق اس نے اس دریدہ دہنی سے کام لیا ہے۔ کہ قلم میں یارا نہیں کہ "نقل کفر کفر نباشد" کے سہارے کے باوجود اس کو بیان کیا جاسکے۔ بہرحال علم و عمل سے عاری اس گندہ دہن اور بدباطن کی تصنیفات تینتیس ہیں۔ جو مجموعہ ہیں بے سروپا باتوں کا اور حقیقت اور صداقت سے عاری الفاظ کا۔ ان میں کچھ تو چھوٹے چھوٹے پمفلٹ ہیں اور کچھ کتابیں ہیں۔ اور ان کو "آریہ ساہتیہ پستکالیہ دہلی" اور "کلیات آریہ مسافر" کے نام سے تین حصوں کے مجموعہ کی صورت میں ۶۲۵ صفحات پر مشتمل شائع کیا۔ ان کتابوں کی فہرست درج ذیل ہے۔

فہرست کتب پنڈت لیکھ رام

۱۔ تکذیب براہین احمدیہ جلد اول۔ ،۲۔ تکذیب براہین احمدیہ جلد دوم۔ ، ۳۔ نسخہ خبط احمدیہ۔ ، ۴۔ ابطال بشارات احمدیہ ۔ ، ۵۔ رسالہ جہاد۔ ، ۶۔ اظہار حق۔ ، ۷۔ حجت الاسلام۔ ،۸۔ راہ نجات۔ ، ۹۔ صداقت دھرم آریہ۔ ، ۱۰۔ رد خلعت اسلام۔ ، ۱۱۔ آئینہ شفاعت۔ ، ۱۲۔ پران کس نے بنائے۔ ، ۱۳۔ دیوی بھاگوت پریکشا۔ ، ۱۴۔ مورتی پرکاش۔ ، ۱۵۔ عطر روحانی۔ ، ۱۶۔ سانچ کو آنچ نہیں۔ ، ۱۷۔ رام چندر جی کا سچا درشن۔ ، ۱۸۔ صداقت الہام۔ ، ۱۹۔ سچے دھرم کی شناخت۔ ، ۲۰۔ نجات کی اصلی تعریف۔ ، ۲۱۔ صداقت رگوید۔ ، ۲۲۔ مسئلہ نیوگ۔ ، ۲۳۔ کرسچن مت درپن۔ ، ۲۴۔ صداقت اصول و تعلیم آریہ سماج۔ ، ۲۵۔ تاریخ دنیا۔ ، ۲۶۔ ثبوت تناسخ۔ ، ۲۷۔ سری کرشن جی کا جیون چرتر (سوانح عمری)۔ ، ۲۸۔ استری ششکشا۔ ، ۲۹۔ استری شکشا کے وسائل۔ ، ۳۰۔ آریہ ہندو نمستے کی تحقیقات۔ ، ۳۱۔ مردہ ضرور جلان چاہئے۔ ، ۳۲۔ پتت ادھارن۔ ، ۳۳۔ دھرم پرچار۔

پیش گوئی لیکھ رام کا پس منظر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ میں اسلام کی صداقت قرآن کریم کے اعجاز اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو دلائل قاطعہ سے ثابت کیا۔ اور بیک وقت مسیحیت، سناتن دھرم، آریہ دھرم، آریہ سماج اور برہمو سماج کی تردید فرمائی۔ اور چیلنج دیا کہ کسی مذہب کا کوئی نمائندہ اپنے دین کی صداقت کے لئے اسی تعداد میں یا اس سے کم ہی دلائل پیش کرے تو ہم دس ہزار روپے انعام اس کو دیں گے۔ اور یہ اعلان حضور نے اندرون و بیرون ملک کثرت سے بھجوایا۔ اور سلاطین، پادریوں اور پنڈتوں کے پاس بھیجا۔ براہین احمدیہ کی اشاعت سے ہر مذہب وملت میں ایک غیر معمولی انقلاب آیا۔ اس کی صرف ایک مثال پیش خدمت ہے۔ سید ابو الحسن علی ندوی (ناظم دارلعلوم ندوۃ العلماء لکھنو) لکھتے ہیں۔

"براہین احمدیہ کی اشاعت نے ملک کے مذہبی حلقہ میں ایک غیر معمولی تموج پیدا کر دیا۔ مسلمانوں نے عام طور پر مصنف براہین احمدیہ کا ایک مجدد ذی شان کے طور پر خیر مقدم کیا اور مخالفین اسلام کے کیمپ میں اس گولہ باری سے ایک ہلچل مچ گئی"۔

(قادیانیت ۔ ۶۱)

اس سے ظاہر ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کس قدر نازک حالات و زمانہ میں براہین احمدیہ تصنیف فرمائی جس کے ساتھ دس ہزار روپے کے انعامی چیلنج نے غیر مذہب کے لیڈروں اور پیشواؤں کے دلوں کی زمین کو ہلا دیا۔ یہاں تک کہ آریہ سماج کے بانی پنڈت دیانند سرسوتی تک کو بھی خاموشی کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ اس کے بعد حضرت اقدسؑ نے ۱۸۸۵ء میں ایک اشتہار دیا جس میں لکھا ہے کہ یہ خط چھپوا کر آپ کی خدمت میں اس نظر سے کہ آپ اپنی قوم میں معزز اور مشہور اور مقتداء ہیں ارسال کیا جاتا ہے اور فرمایا کہ:۔

"اصل مدعا خط جس کے ابلاغ سے میں مامور ہوا ہوں یہ ہے کہ دین حق جو خدا کی مرضی کے موافق ہے صرف اسلام ہے اور کتاب حقانی جو منجانب اللہ محفوظ اور واجب العمل ہے صرف قرآن ہے۔ اس دین کی حقانیت اور قرآن کی سچائی پر عقلی دلائل کے سوا آسمانی نشانوں (خوارق و پیش گوئیوں) کی شہادت بھی پائی جاتی ہے جس کو طالب صادق اس خاکسار (مولف براہین احمدیہ) کی صحبت اور صبر اختیار کرنے سے بمعاینہ چشم تصدیق کر سکتا ہے۔ آپ کو اس دین کی حقانیت یا ان آسمانی نشانوں کی صداقت میں شک ہو تو آپ طالب صادق بن کر قادیان میں تشریف لاویں اور ایک سال تک اس عاجز کی صحبت میں رہ کر ان آسمانی نشانوں کا بچشم خود مشاہدہ کرلیں و لیکن اس شرط نیت سے (جو طلب صادق کی نشانی ہے) کہ بمجرد معائنہ آسمانی نشانوں کے اسی جگہ (قادیان میں) شرف اظہار اسلام یا تصدیق خوارق سے مشرف ہو جائیں گے۔ اس شرط نیت سے آپ آویں گے تو ضرور انشاء اللہ تعالیٰ آسمانی نشان مشاہدہ کریں گے۔ اس امر کا خدا کی طرف سے وعدہ ہو چکا ہے جس میں تخلف کا امکان نہیں...... اور اگر آپ آویں اور ایک سال رہ کر کوئی آسمانی نشان مشاہدہ نہ کریں تو دو سو روپیہ ماہوار کے حساب سے آپ کو ہرجانہ یا جرمانہ دیا جائے گا۔ اس دو سو روپیہ کو آپ اپنے شایان شان نہ سمجھیں تو اپنے حرج اوقات کا عوض یا ہماری وعدہ خلافی کا جرمانہ جو آپ اپنی شان کے لائق قرار دیں گے ہم اس کو بشرط استطاعت قبول کریں گے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اول ۔ ۲۰، ۲۲)

لیکھ رام کا مقابل پر آنا

براہین احمدیہ کے دس ہزار کے انعامی چیلنج اور ایک سال میں نشان نمائی کے اعلان کو کسی مخالف اسلام لیڈر پیشوا نے قبول کرنے کی جرات نہ کی ۔ ہاں منشی اندر من مراد آبادی نے قدرے مستعدی ظاہر کی۔ مگر جونہی حضرت اقدس علیہ السلام نے ان کی خواہش پر ایک وفد کے ہاتھ چوبیس سو روپیہ لاہور بھجوانے کا انتظام فرمایا تو وہ جان چھڑا کر فرید کوٹ بھاگ گئے۔

البتہ لیکھرام کے منہ میں پانی بھر آیا۔ حالانکہ نہ اس کو مخاطب کیا گیا تھا اور نہ وہ اس حیثیت کا آدمی تھا اس نے ۱۸۹۵ء میں حضرت اقدس علیہ السلام سے خط و کتابت میں قادیان آنے پر آمادگی بھی ظاہر کی اور دو سو روپیہ ماہوار کا مطالبہ کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جواب دیا کہ:۔

"ہمارا مقابلہ عوام الناس سے نہیں ہے بلکہ ہر قوم کے چیدہ اور منتخب اور صاحب عزت

Kenssy

Fried Chicken

589 HIGH ROAD, LEYTONESTONE, LONDON E11 4PB

لوگوں سے ہے۔"

(کلیات آریہ مسافراز لیکھرام صہ ۴۱۱)

مگر تم کسی قوم کے مقتداء یا پیشوا نہیں کہ جن کا ہدایت پانا ایک گروہ کثیر پر موثر ہو سکتا ہے اور نہ تمہاری آمدنی اتنی ہے۔ مگر اس نے حسب عادت یادہ گوئی اور استہزاء سے کام لیا۔ اور خود کو لیڈر ظاہر کیا۔ حضرت اقدس نے لکھا کہ وہ آریہ سماج قادیان، لاہور، پشاور، امرتسر اور لدھیانہ کے ممبروں سے حلفی تصدیق سے ایک اقرار نامہ پیش کر دے کہ وہ اس کو اپنا مقتداء اور پیشوا تسلیم کرتے ہیں۔

(کلیات آریہ مسافر صہ ۴۰۸)

مگر وہ ایسا نہ کر سکا اور جب وہ قادیان آیا تو اس کو حضور کی طرف سے "بار بار کہا گیا کہ اپنی حیثیت کے موافق بلکہ اس تنخواہ سے دوچند جو پشاور میں نوکری کی حالت میں پاتے تھے ہم سے بحساب ماہواری لینا کر کے ایک سال تک ٹھہرو اور اخیر پر یہ بھی کہا گیا کہ اگر ایک سال تک منظور نہیں نہیں تو چالیس دن تک ہی ٹھہرو تو انہوں نے ان دونوں صورتوں میں سے کسی صورت کو منظور نہیں کیا۔"

(سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد ۲ صہ ۳۰۹)

آخر جب اس نے بہت شوخی اختیار کی تو حضورؑ نے جواب دیا کہ آپ چونکہ میری شرائط سے تجاوز کر کے مجھ سے چوبیس سو روپیہ نقد کسی دوکان یا بنک سرکار میں جمع کرانا چاہتے ہیں۔ تو پھر یوں کریں کہ ایک طرف یہ خاکسار چوبیس سو روپیہ حسب نشاندہی آپ کے کسی جگہ کرادے اور ایک طرف آپ بھی اس قدر روپیہ حسب نشاندہی اس عاجز کے بوجہ تاوان انکار اسلام کسی مہاجن کی دوکان پر رکھوا دیں۔ تا جس کو خدا فتح بخشے اس کے لئے یہ روپیہ ایک یادگار رہے۔

(کلیات آریہ مسافر صہ ۴۱۱)

آخر لیکھرام کو دو سو روپیہ ماہانہ کی شرط اڑانا پڑی۔ کیونکہ اس طرح خود اسے بھی تاوان بھرنے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے معاوضہ کی رقم صرف تیس روپے ماہوار پر آگئی مگر وہ بار بار لکھتا کہ آپ بحث نہیں کرتے حالانکہ حضور نے بحث کی صورت میں اس کے سامنے یہ طریق پیش کیا تھا کہ "وہ وید کی پابندی سے اور اس کی شرتیوں کے حوالہ سے بحث کرے اور ہم قرآن شریف کی پابندی سے اور اس کی آیتوں کے حوالہ سے بحث کریں"

(استفتاء روحانی خزائن جلد ۱۲ صہ ۱۱۶)

مگر وہ اس طریق سے گریز کرتا اور اپنے ہم نشینوں کو خوش کرنے کے لئے ہنسی وٹھٹھے سے کام لیتا رہا۔ آخر وہ قادیان سے چلا گیا۔

آسمانی نشان کا مطالبہ اور لیکھ رام کی دعائے مباہلہ

۱۔ ۔ قادیان سے جاتے ہوئے پنڈت لیکھرام نے ۱۱ دسمبر ۱۸۸۵ء کو خط میں لکھا کہ:۔

"اچھا آسمانی نشان تو دکھا دیں اگر بحث کرنا

ADVERTISE YOUR GOODS AND SERVICES IN THE
AL FAZL INTERNATIONAL
CONTACT
NAEEM OSMAN MEMON
081 874 8902/ 081 875 1285

نہیں چاہتے تو رب العرش خیرالماکرین سے میری نسبت کوئی نشان تو مانگیں تا فیصلہ ہو"۔

(خط لیکھرام بحوالہ استفتاء روحانی خزائن جلد ۱۲ صہ ۱۱۵)

۲ ۔ ۔ ایک خط میں ات س نے خود یہ دعا کی کہ:۔

"ہی سچدانند سروپ پرماتماست کا پرکاش کر اور است کا ناش کر تا کہ تیری ست وید ودیا سب سنسار میں پرمرت ہووے"۔

(بحوالہ استفتاء روحانی خزائن صہ ۱۱۷)

۳ ۔ ۔ پھر اپنی کتاب میں "خاتمہ اور مباہلہ" کے عنوان کے نیچے یہ دعائے مباہلہ لکھی کہ:۔

"اے پرمیشور ہم دونوں میں سچا فیصلہ کر ... کیونکہ کاذب صادق کی طرح کبھی تیرے حضور عزت نہیں پا سکتا"۔

(کلیات آریہ مسافر صہ ۵۸۵،
بار دوم صہ ۲۳۶)

یعنی خداتعالیٰ سچے کے حق میں فیصلہ کرے اور جھوٹے پر اپنا قہر نازل کرے۔ اس کے ساتھ ہی لیکھرام کی شوخی و گستاخی، ہنسی و مذاق تمسخر ٹھٹھے بازی اور بہتان طرازیاں دن بدن بڑھتی گئیں۔ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ صرف مذاق اڑاتا بلکہ گندی اور غلیظ گالیاں تقریر و تحریر میں دیتا رہتا اور اسلام اور قرآن کریم پر پھبتیاں کستا جیسا کہ اس کی کتابوں کے مجموعہ "کلیات آریہ مسافر" میں دیکھا جا سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک کشف

۱۸۸۵ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عالم کشف میں دیکھا۔

"بعض احکام قضاء قدر میں نے اپنے ہاتھ سے لکھے ہیں کہ آئیندہ زمانہ میں ایسا ہوگا۔ اور پھر اس کو دستخط کرانے کے لئے خداوند قادر مطلق جل شانہ کے سامنے پیش کیا ہے .... اس ذات بے چون و بیچگوں کے آگے وہ کتاب قضاء و قدر پیش کی گئی اور اس نے جو ایک حاکم کی شکل میں متمثل تھا اپنے قلم کو سرخی کی دوات میں ڈبو کر اول اس سرخی کو اس عاجز کی طرف چھڑکا اور بقیہ سرخی کا قلم کے مونہہ میں رہ گیا۔ اس سے اس کتاب پر دستخط کر دئے اور ساتھ ہی وہ حالت کشفیہ دور ہو گئی اور آنکھ کھول جب خارج میں دیکھا تو کئی قطرات سرخی کے تازہ بتازہ کپڑوں پر پڑے"۔

(سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد ۲ صہ ۱۷۹، ۱۸۰)

آپ نے ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء کے اشتہار میں اسی سرخی کے چھینٹوں والے کشف کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔

"سرمہ چشم آریہ میں ایک کشف ہے جس کو گیارہ برس ہو گئے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدا نے ایک خون کا نشان دکھلایا وہ خون کپڑوں پر پڑا جو اب تک موجود ہے۔ یہ خون کیا تھا وہی لیکھرام کا خون تھا"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صہ ۳۵۹)

جنوری ۱۸۸۶ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام حسب ارشاد الٰہی ہوشیار پور تشریف لے گئے اور احیاء اسلام کے لئے غیر معمولی طور پر دعاؤں میں چالیس روز مصروف ہوئے۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین قسم کے نشان عطا فرمائے اور آپ نے ان پیش گوئیوں کو ایک رسالہ "سراج منیر" مشتمل بر نشانہائے رب قدیر میں شائع کرنے کا اعلان فرمایا۔ اول وہ پیش گوئیاں جو خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں۔ دوسری وہ پیش گوئیاں جو بعض احباب یا عام طور پر کسی ایک شخص یا بنی نوع سے متعلق ہیں۔ تیسری وہ پیش گوئیاں جو مذاہب غیر کے پیشواؤں یا واعظوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور اس قسم میں آپ نے صرف بطور نمونہ چند آدمی آریہ صاحبوں اور چند قادیان کے ہندوؤں کو لیا ہے جن کی نسبت مختلف قسم کی پیش گوئیاں ہیں۔ اور لکھا ہے کہ:۔

"چونکہ پیش گوئیاں کوئی اختیاری بات نہیں ہے تا ہمیشہ اور ہر حال میں خوشخبری پر دلالت کریں۔ اس لئے ہم بانکسار تمام اپنے موافقین و مخالفین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ کسی پیش گوئی کو اپنی نسبت ناگوار طبع (جیسے خبر موت فوت یا کسی اور مصیبت کی نسبت) پاویں تو اس بندہ ناچیز کو معذور تصور فرماویں بالخصوص وہ صاحب جو باعث مخالفت و مغائرت مذہب اور بوجہ نامحرم اسرار ہونے کے حسن ظن کی طرف بمشکل رجوع کر سکتے ہیں جیسے منشی اندر من صاحب مراد آبادی و پنڈت لیکھ رام صاحب پشاوری وغیرہ جن کی قضاوقدر کے متعلق غالباً اس رسالے میں بقید وقت و تاریخ کچھ تحریر ہوگا .... اگر کسی صاحب پر کوئی ایسی پیش گوئی شاق گزرے تو وہ مجاز ہیں کہ .... دو ہفتہ کے اندر اپنی دستخطی تحریر سے مجھ کو اطلاع دیں تا وہ پیش گوئی جس کے ظہور سے وہ ڈرتے ہیں، اندراج رسالہ سے علیحدہ رکھی جائے اور موجب دل آزاری سمجھ کر کسی کو اس پر مطلع نہ کیا جاوے اور کسی کو اس کے وقت ظہور سے خبر نہ دی جائے"۔

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد اول صہ ۹۸ تا ۱۰۰)

لیکھ رام کا جواب

اس اشتہار میں آپ نے بتفصیل اپنے ہاں ایک عظیم فرزند کے تولید ہونے کی بھی بطور "نشان رحمت" خبر شائع فرمائی۔ اس اشتہار کے بعد منشی اندرمن مراد آبادی نے تو اعراض کیا اور کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گیا۔ مگر پنڈت لیکھرام نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے نام بڑی شوخی اور دلیری سے ایک دستخطی کارڈ میں لکھا کہ:۔

"میں آپ کی پیش گوئیوں کو واہیات سمجھتا ہوں۔ میرے حق میں جو چاہو شائع کرو۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ اور میں کچھ خوف نہیں کرتا"۔

(استفتاء، روحانی خزائن جلد ۱۲ صہ ۱۱۷، ۱۱۸)

پھر اپنے اشتہار ۲۵ فروری ۱۸۸۶ء میں لکھا کہ:۔

"حضرت کو اس نیاز مند اور منشی اندر من صاحب کی وفات و حیات و شادی و غمی کی نسبت الہام ہوئے ہیں۔ مگر نہیں بتلاتے ہیں۔ مگر جب تک ہم ان کو اجازت نہ دیویں۔ منشی اندر من صاحب کا حال مجھے معلوم نہیں مگر میں نے ان کو تحریری اجازت نامہ ارسال کر دیا ہے۔ جس پر اب تک کچھ انکشاف نہیں ہوا خیرالماکرین سے مرزا صاحب کو کیا الہام ہوتا ہے"۔

(کلیات آریہ مسافر، بار اول ۴۱۵، ۴۱۶)

بلکہ یہاں تک تعلی سے لکھ دیا کہ:۔

"آپ میں یہ قدرت ہرگز نہیں کہ کسی کے بارے میں صریح خبر بقید تاریخ و وقت لکھ سکیں"۔

(کلیات آریہ مسافر صہ ۴۹۴)

تیغ بران محمدؐ

اگرچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو لیکھرام نے اپنی موت کی پیش گوئی کی اشاعت کی اجازت دے دی تھی مگر حضور نے بڑا توقف کیا۔ کیونکہ آپ کو ابھی اس کی موت کو میعاد و وقت نہ بتلایا گیا تھا اور لیکھرام کا اصرار تھا کہ میعاد کی قید کے ساتھ موت کی خبر بتلائی جاوے۔ آخر لیکھرام کی شوخیوں اور بیباکیوں کے نتیجہ میں وہ وقت بھی آ گیا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بقید وقت و تاریخ لیکھرام کی موت کی نسبت مفصل اطلاع بھی دے دی گئی۔ حضور نے الہامات کو ایک اشتہار کے علاوہ کتاب آئینہ کمالات اسلام میں شائع کرتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ایک فارسی نعت لکھی جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

عجب نوریست در جان محمدؐ
عجب لعلیست در کان محمدؐ

اور آخری شعر یہ ہیں:۔

الا اے دشمن نادان و بے راہ
بترس از تیغ بران محمدؐ
الا اے منکر از شان محمدؐ
ہم از نور نمایان محمدؐ
کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بنگر ز غلمان محمدؐ

آخری شعر کے نیچے ہاتھ کی انگلی کا اشارہ کر کے تصویر بنائی ہے اور اس کے نیچے لکھا ہے۔

بقیہ صہ ۱۴

ASIAN AND ENGLISH
JEWELLERY
BEST DISCOUNTS
MEDINA
JEWELLERS
VAT REGISTERED
1 CALARENDEN ROAD
WHALLY RANGE
MANCHESTER M16 8LB
061 232 0526

خطبہ جمعہ

میرے نزدیک جماعت کی زندگی دو چیزوں میں ہے ایک خلافت اور ایک شوریٰ۔ مجلس شوریٰ سے خلافت کو تقویت ملتی ہے اور خلافت سے مجلس شوریٰ کو صحت عطا ہوتی ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
بتاریخ ۱۵ اپریل ۱۹۹۴ء مطابق ۴ ذوالقعدہ ۱۴۱۴ ہجری قمری/ ۱۵ شہادت ۱۳۷۳ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن

(خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم. الحمد لله رب العٰلمين. الرحمٰن الرحيم. ملك يوم الدين. إياك نعبد وإياك نستعين. اهدنا الصراط المستقيم. صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين.﴾

وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (سورۃ الانفال۔ آیت ۶۴)

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ (سورہ آل عمران آیت ۱۶۰)

(پہلی آیت جس کی میں نے تلاوت کی ہے یہ سورہ الانفال کی چونسٹھویں آیت ہے جس کی گزشتہ جمعے میں بھی میں نے تلاوت کی تھی مگر مجھے بتایا گیا ہے کہ میں نے أَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ کی بجائے أَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ پڑھ دیا تھا کیونکہ اسی مضمون کی انہی لفظوں میں ایک اور آیت بھی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ تو ذہن میں وہ آیت رہی ہے اس لئے أَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ کی بجائے قُلُوبِكُمْ پڑھا گیا۔ یہ قرآن ہی کی ایک آیت ہے مگر دوسری آیت ہے، اس میں وہ لفظ نہیں ہے۔ اس لئے میں نے آج دوبارہ اس کی تلاوت کی ہے تاکہ اگر کسی نے ریکارڈ کی ہو تو وہ درست تلاوت پھر ریکارڈ کرلے اور پہلی تلاوت کو حذف سمجھے یا غلط (تلاوت کے متعلق "غلط" کا لفظ تو استعمال کرنے کو دل نہیں چاہتا) مگر پہلی تلاوت کے اوپر اس صحیح تلاوت کو ریکارڈ کرلے)

دوسری جو میں نے آیت پڑھی ہے اس کا تعلق شوریٰ سے ہے اور اس مضمون سے بھی ہے یعنی تالیف قلب کے ساتھ۔ یہ میں نے اس لئے پڑھی ہے کہ آج مختلف ممالک میں جماعت احمدیہ کی مجالس شوریٰ منعقد ہو رہی ہیں اور اس کے علاوہ دیگر اجتماع بھی ہیں تو اس لئے میں نے شوریٰ کا مضمون آج کے خطبے کے لئے اختیار کیا ہے۔

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع گجرات کا ضلعی اجتماع کل چودہ اپریل سے شروع ہے۔ خدام الاحمدیہ قیادت ضلع منڈی بہاؤالدین کا پہلا ضلعی اجتماع بھی کل سے شروع ہو چکا ہے اور آج اختتام پذیر ہوگا۔ جماعت احمدیہ سویڈن کی مجلس شوریٰ آج پندرہ اپریل سے شروع ہو رہی ہے اور سب سے اہم جماعہائے احمدیہ پاکستان کی مجلس مشاورت بھی آج سے شروع ہو رہی ہے اور انشاء اللہ تین دن جاری رہے گی۔ بعض عرب ممالک میں بھی آج خدام اور اطفال کے اجتماعات منعقد ہو رہے ہیں۔ انڈونیشیا سے بھی اطلاع ملی ہے کہ مجلس شوریٰ کل یعنی سولہ اپریل سے شروع ہو رہی ہے اور انشاء اللہ دو دن جاری رہے گی۔ جماعت احمدیہ ٹرینیڈاڈ چاند اور سورج گرہن کے نشان پر سو سال پورے ہونے پر تقریب منا رہی ہے اور اس کا سارے ملک میں چرچا ہے اور وہ بھی دعا کی درخواست کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان تقریبات کو مفید بنائے۔

پس آج جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا شوریٰ کا مضمون میرے پیش نظر ہے۔ وہ آیت جو شوریٰ والی ہے وہ بھی اسی مضمون سے تعلق رکھتی ہے۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ پس یہ محض اللہ کی طرف سے رحمت ہے کہ تو ان پر مہربان ہو گیا ان کے لئے تیرا دل نرم ہو گیا۔ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ اگر تو سخت دل ہوتا اور بد خلق ہوتا (نعوذ باللہ من ذلک) لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ وہ تیرے اردگرد سے تجھے چھوڑ کر بھاگ جاتے۔ فَاعْفُ عَنْهُمْ پس ان سے عفو کا سلوک فرما۔ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ ان کے لئے بخشش طلب کر۔ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ اور ان سے مشورہ کیا کر۔ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ لیکن فیصلہ تو نے کرنا ہے۔ ان کے مشورے کا مطلب یہ نہیں کہ جو وہ کہیں وہ تو کرتا چلا جا۔ فیصلہ تیرے سپرد ہے جب تو فیصلہ کرے گا تو پھر ان مشورہ دینے والوں پر تیرا توکل نہیں، اللہ پر توکل ہوگا۔ کیونکہ اللہ کی خاطر، اسی کی عطا کردہ فراست سے تو ایک نتیجے تک پہنچے گا۔ اور پھر مومنوں پر توکل نہیں بلکہ اللہ پر توکل کرنا ہے۔ اس میں مجلس شوریٰ کی روح اور اس کا گہرا فلسفہ بیان فرما دیا گیا۔ اِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ اور اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے بہت محبت رکھتا ہے۔

اس آیت کے تمام پہلوؤں پر گفتگو تو اس وقت پیش نظر نہیں ہے کیونکہ گزشتہ رمضان میں درس کے موقع پر یہ آیت بھی زیر بحث آئی تھی اور اس کے مختلف پہلوؤں پر میں نے روشنی ڈالی تھی مگر کوئی آیت بھی ایسی ہو نہیں سکتی جس کے تمام پہلو کسی کے اختیار میں ہوں کہ وہ بیان کر سکے۔ ہر دفعہ جب دوبارہ تلاوت ہوتی ہے تو کوئی نہ کوئی نیا مضمون ذہن میں آجاتا ہے، بعض دفعہ نہیں آتا۔ کیونکہ عام تلاوت کے وقت ہر آیت پر ٹھہر ٹھہر کر غور کا موقع نہیں ملتا مگر ویسے میرا تجربہ ہے کہ جب بھی کسی آیت کو موضوع بنانا ہو تو کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اس کا کوئی نیا پہلو ذہن میں نہ آیا ہو اور یہ قرآن کریم کی ہر آیت کی ایک شان ہے کہ وہ "کوثر" جس کا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا گیا تھا قرآن کی ہر آیت وہ کوثر بن جاتی ہے اور انہی معنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

این چشمہ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرہ ز بحر کمال محمدؐ است

ہے تو قطرہ، وہ دریا کیسے بن گیا۔ یہ وہی مضمون ہے کہ ہر آیت کریمہ ایک دریا کا منبع بن جاتی ہے۔ اس سے ایک علم و عرفان کا دریا پھوٹ سکتا ہے۔ پس چونکہ یہ آیت بہت سے لطیف اور وسیع مضامین پر مشتمل ہے میں اس وقت محض اس حصے پر پہلے روشنی ڈالتا ہوں جس کا تعلق مومنوں کے اکٹھے اور ایک جان ہو جانے سے ہے۔

گزشتہ جمعے میں جو آیت پڑھی تھی وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

اس پر ابھی مضمون جاری تھا کہ خطبہ ختم ہو گیا یہ انشاء اللہ آئندہ خطبے میں میں پھر دوبارہ شروع کروں گا۔ لیکن اس کے ایک پہلو کا شوریٰ سے گہرا تعلق ہے کیونکہ مشورے کی ہدایت سے پہلے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ پر مہربان ہو جانا اور اس کے نتیجے میں حضور اکرمؐ کے گرد گردان کا گھومتے رہنا اور قرب اختیار کرتے رہنا یہ مضمون بیان ہوا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر یہ لوگ منتشر ہو جاتے اور اس کے معاً بعد فرمایا ہے شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ان سے عفو کر، ان کے لئے بخشش طلب کر اور ان سے مشورہ لیا کر۔ پس مشورہ نبوت اور مقتدیوں کے درمیان، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے درمیان، ایک گہرا تعلق کا رابطہ بن جاتا ہے۔ دوسری جگہ قرآن کریم میں مسلمانوں کی تعریف میں بھی یہ بیان فرمایا وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ کہ ان کے معاملات آپس میں مشورے سے چلتے ہیں۔ ان دونوں

Earlsfield Properties
RENTING AGENTS 081 877 0762
PROPERTIES WANTED IN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS

باتوں کا تالیف قلب سے، ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھا ہو جانے سے، ایک دوسرے سے محبت ہو جانے سے کیا تعلق ہے؟ ایک تو بڑا بھاری، واضح، کھلا کھلا تعلق یہ ہے کہ مشورے کی فضا قائم ہی وہاں ہوتی ہے جہاں بھائی چارہ ہو۔ اس کے سوا مشورے کی فضا قائم ہو ہی نہیں سکتی یہ انسانی فطرت کے خلاف بات ہے اور اگر بھائی چارہ نہ ہو اور مشورہ ہو تو پھر بد دیانتیاں چلتی ہیں، پھر مشورے میں دھوکے دیئے جاتے ہیں، مشوروں کے اعتبار اٹھ جاتے ہیں۔ پس یاد رکھو مجلس شوریٰ کی کامیابی کا راز اس بات میں ہے کہ جماعت احمدیہ بھائی بھائی بنی رہے اور بھائیوں کی طرح ایک جان ہو جائے یا "ایک جان دو قالب" جس طرح محاورہ مشہور ہے، خواہ قالب الگ الگ ہوں جان ایک ہی رہے۔ ایسی صورت میں جو مشورے ہوتے ہیں وہ بہت گہری فراست کے علاوہ تقویٰ پر مبنی ہوتے ہیں۔ جب ایک خاندان کے لوگ جو آپس میں پیار رکھتے ہیں، محبت کرتے ہیں، جب کسی مسئلے کے متعلق اکٹھے ہو کر، سر جوڑ کر باتیں کرتے ہیں تو مشوروں کے دوران گہری سنجیدگی پائی جاتی ہے، ہمدردی پائی جاتی ہے اور غور و فکر کے لئے ہر انسان گہرا انہماک رکھتا ہے اور یہی وہ روح ہے جو جماعت احمدیہ کی مجالس شوریٰ میں زندہ ہے اور ہمیشہ رہنی چاہئے۔ اس کے بغیر جماعت احمدیہ کی شوریٰ یا مجالس مشاورت اپنے مقاصد کو نہیں پاسکیں گی۔ بھائی چارے کی فضا اتنی ضروری ہے کہ میں نے دیکھا ہے پہلے بھی، یعنی خلافت سے پہلے بھی جب میں بچپن سے مجالس شوریٰ میں بیٹھا کرتا تھا، کہ کوئی ایک شخص بھی مشورے کے دوران اگر کوئی تلخ بات کہہ دیتا تھا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ اور بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ اس پر شدید ردعمل دکھاتے تھے اور کہتے تھے ہرگز ایسی بات نہیں کرنی جس سے تمہارے بھائی کی دل شکنی ہوتی ہو یا تمہارے انداز میں تکبر کا عنصر شامل ہو جائے۔ بعض لوگ بعض دفعہ ایک شخص کا ذکر کر دیتے تھے تو مجھے یاد ہے ایک دفعہ میں نے بھی ایک نام لے کر تبصرہ کیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث مجھ پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ یہ تمہیں نہیں کرنا چاہئے تھا کیونکہ گفتگو میں جو دلیل میں دے رہا تھا وہ نظر آ رہا تھا کہ خدا کے فضل سے غالب ہے اور اس کے بعد جس شخص کی دلیل کے جواب میں یہ دلیل تھی وہ بھی جماعت میں پرانے خادم اور ایک مرتبہ رکھتے تھے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے بالکل درست میری تربیت فرمائی کہ تمہیں اس موقع پر نام نہیں لینا چاہئے تھا۔ دلیل کے مقابل پر دلیل سے بات رکھتے یہی کافی تھا۔ تو اس لئے سب سے پہلا پیغام میرا مجلس شوریٰ پاکستان کو اور دیگر مجالس شوریٰ کو یہی ہے کہ قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تالیف قلب کا اور ایک دوسرے سے اکٹھے ہو کر بھائیوں کی سی شکل اختیار کر جانے کا، مجلس شوریٰ کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے۔ آپس کی الفت نہ ہو تو مشورے بے معنی، بے حقیقت بلکہ بسا اوقات نقصان دہ ہو جاتے ہیں اور شوریٰ کا اعلیٰ مقصد ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔ اس لئے ہر مجلس شوریٰ میں دنیا میں کہیں بھی منعقد ہو، خواہ وہ جماعت کی عمومی مجلس شوریٰ ہو یا ذیلی مجالس کی ہوں، اس نصیحت کو خوب پلے باندھ لینا چاہئے کہ شوریٰ کے دوران بھی کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے کسی بھائی کی دل شکنی ہو اور شوریٰ کے علاوہ بھی محبت کا ماحول قائم کرنا شوریٰ کے بابرکت ہونے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ پس تالیف قلب کا جو مضمون میں اگلے جمعے سے دوبارہ شروع کروں گا اس کی اہمیت شوریٰ کے لحاظ سے بھی بہت بڑی اہمیت ہے اور جیسا کہ میں نے بارہا پہلے بھی ذکر کیا ہے میرے نزدیک جماعت کی زندگی دو چیزوں میں ہے ایک خلافت اور ایک شوریٰ۔ یہ دو ایسی چیزیں جن کے اندر جماعت کی بقا کا راز ہے ہمیشہ ہمیش کے لئے اس بات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے، اپنے دلوں میں اس کو جاگزیں کرلیں، اپنی فطرت ثانیہ بنالیں کہ خلافت سے وابستگی اور مجلس شوریٰ سے اس کے تمام لوازم کو پیش نظر رکھتے ہوئے احترام اور ادب کا تعلق اور اس نظام کو تقویت دینا جماعت کی بقا کے لئے انتہائی ضروری ہے۔

اب میں شوریٰ کے متعلق چند اور باتیں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں جو آپ کی مجالس شوریٰ میں عموماً زیر بحث آتی رہنی چاہئیں۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ کچھ عرصے کے بعد، جب ایک جگہ مجلس شوریٰ کا نظام جاری ہو جائے تو پھر لوگ اپنے ذہنوں پر زور دیتے ہیں اور تلاش کرتے ہیں کہ کیا بات ہم لکھیں کہ ہمارا اس سال کا بھی ایجنڈا بن جائے اور وہ بنائے ہوئے ایجنڈے غیر حقیقی ہوتے ہیں اور مصنوعی ہوتے ہیں۔ اور ان بنائے ہوئے ایجنڈوں میں بعض دفعہ نہایت لغو باتیں راہ پا جاتی ہیں۔ ایک آدمی کو شوق ہے کہ میں ہر سال کچھ نہ کچھ ضرور لکھوں اور بسا اوقات سالہا سال کے مجالس شوریٰ کے ایجنڈے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ بعض لوگ یا بعض جماعتوں کو مسلسل یہ شوق رہتا ہے کہ ہم ضرور اس میں حصہ لیں اور وہ کوشش کرکے بناوٹ کے ساتھ مشورے بھجوانے کی کوشش کرتے ہیں یا کرتی ہیں جماعتیں، اور ایسے مشورے غیر حقیقی اور بے معنی سے دکھائی دیتے ہیں بعض دفعہ ان کو رستے ہی میں روک لیا جاتا ہے، بعض دفعہ جب شوریٰ تک پہنچ بھی جائیں تو عجیب سے دکھائی دیتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کسی نے کوشش سے، بناوٹ سے یہ بات پیش کی ہے۔ مشورہ وہی حقیقی مشورہ ہے جو از خود ضرورت کے مطابق دل سے پھوٹے۔ وہ ضرورتیں کون کونسی ہیں جن کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے، جن سے آپ کو دل لگا لینا چاہئے، جن کے نتیجے میں پھر صحیح مشورے آپ کو اللہ تعالیٰ خود عطا فرمائے گا وہ ضرورتیں میں چند آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

ہر مجلس شوریٰ میں دنیا میں کہیں بھی منعقد ہو، خواہ وہ جماعت کی عمومی مجلس شوریٰ ہو یا ذیلی مجالس کی ہوں اس نصیحت کو خوب پلے باندھ لینا چاہئے کہ شوریٰ کے دوران بھی کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے کسی بھائی کی دل شکنی ہو اور شوریٰ کے علاوہ بھی محبت کا ماحول قائم کرنا شوریٰ کے بابرکت ہونے کے لئے نہایت ضروری ہے

سب سے پہلی ضرورت تو تالیف قلب کی ہے۔ جماعت کو کس طرح آپس میں محبت سے باندھے رکھنا ہے تاکہ کہیں بھی، کسی سطح پر بھی کوئی تلخی پیدا نہ ہو۔ اس سلسلے میں تمام جماعتوں میں از خود ایسے واقعات سامنے آتے رہتے ہیں۔ کوشش کرکے تجسس کی ضرورت نہیں بلکہ از خود سامنے آتے رہتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ بعض باتیں جماعت میں ایسی راہ پا گئی ہیں جس سے آپس کی محبت کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ بعض دفعہ چھوٹے حلقوں میں بعض جماعتوں میں یہ تکلیف دہ باتیں پائی جاتی ہیں۔ بعض دفعہ بعض جماعتوں میں بالعموم ایسی عادتیں پڑ جاتی ہیں جن سے محبت کا ماحول قائم نہیں رہتا اور اس کے نتیجے میں ہمیشہ آپس میں اختلاف رہتا ہے۔ چنانچہ بعض جماعتوں کا، میں نے ایک دفعہ نام بھی لیا تھا، اس پر ان کی طرف سے معذرت کے خطوط بھی آئے، اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنے وعدوں پر قائم رہے یا نہیں، مگر آج میں کسی کا نام نہیں لینا چاہتا۔ بالعموم دنیا میں جہاں بھی جماعت کی ترقی رکتی دکھائی دے وہاں خدا کے فرشتوں کا تو کوئی قصور نہیں، وہ تو ہر جماعت کے لئے ترقی کے پیغام لے کے آ رہے ہیں، ضرور اس جماعت میں کوئی ایسا نقص واقع ہوا ہے جس کے نتیجے میں ان کی ترقی رک گئی ہے۔ اس لئے وہ نقص تلاش کرنا یہ بہت ہی اہم کام ہے اور اس کا جس حد تک مجلس شوریٰ سے تعلق ہے اپنی شوریٰ میں ان باتوں کو پیش کرنا چاہئے کہ ہمارے ہاں بدقسمتی سے یہ باتیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن اس میں ایک بہت ہی اہم احتیاط ہے جس کی طرف میں آپ کو خصوصیت سے متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ جب بھی ایسے نقائص کی بات ہو جن کا تعلق جماعت میں افتراق پیدا کرنے اور دلوں کے پھاڑنے سے ہو وہ باتیں اپنی ذات میں بہت حساس ہوتی ہیں۔ اور اگر ذرا بھی بے وقوفی سے وہ بات مجلس شوریٰ میں پیش کی جائے تو اپنا مقصد حاصل کرنے کی بجائے اپنے مقصد کے بالکل برخلاف نتیجہ پیدا کرتی ہے۔ چنانچہ بعض مجالس شوریٰ کی رپورٹوں سے مجھے پتہ چلا کہ بعض دفعہ اس نیک نیت سے کہ ہماری جماعت میں یہ یہ باتیں ہو رہی ہیں ہمیں ان کی اصلاح کی طرف توجہ کرنی چاہئے، اس نیک نیت سے یا اس نیک نیت کا عذر رکھ کر، ایک مشورہ پیش کیا گیا اور پھر وہاں ایسی لڑائیاں آپس میں ہوئی، ایسی ایک دوسرے کے اوپر باتیں کی گئیں جو ہرگز مجلس شوریٰ کے شان کے مطابق ہونا تو درکنار، جماعت احمدیہ جس اعلیٰ اخلاقی معیار پر ہے اس

DISTRIBUTORS OF PITTA BREAD
PLAIN AND FRUIT YOGURT
MANGOES & SEASONAL FRUIT
AND VEGETABLES
ZAHID KHAN
081 949 1044
IMMEDIATE DELIVERY
ANYWHERE IN LONDON
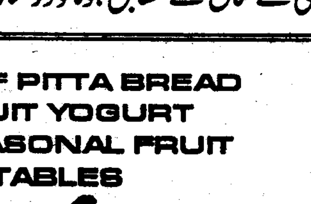

M.A. AMINI TEXTILES
SPECIALISTS IN. FABRIC PRINTING. PRINTED CRIMPLENE. 90" PRINTED COTTON,
QUILT COVERS. PRAYER MATS. BEDDINGS. BED SETTEE COVERS
PROVIDENCE MILL, 108 HARRIS STREET,
BRADFORD BD1 5JA
TEL: 0274 391 832 MOBILE: 0836 799 469
81/83 ROUNDHAY ROAD LEEDS, LS8 5AQ
TEL: 0532 481 888 FAX NO. 0274 720 214

کی کسی عام مجلس میں بھی زیب نہیں دیتیں۔ اور جب ایسی باتیں ہوئیں اور مجھے علم ہوا تو پھر میں نے فوراً اقدام کیا بعض لوگوں کو جماعت سے بھی خارج کرنا پڑا ہے، بعض لوگوں کو جماعت سے خارج تو نہیں کیا گیا مگر ان کے چندے بند کر دیئے گئے کیونکہ ان کی باتوں سے دکھائی دے رہا تھا کہ انہوں نے معاملات کو ذاتی بنالیا۔ پس یہ اہم بات ہے جس کی طرف میں خصوصیت سے پاکستان کی جماعتوں کو بھی اور مجلس شوریٰ مرکزیہ کو بھی اور تمام دنیا کی جماعتوں کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

مجلس شوریٰ کی کامیابی کا راز اس بات میں ہے کہ جماعت احمدیہ بھائی بھائی بنی رہے۔ ایسی صورت میں جو مشورے ہوتے ہیں وہ بہت گہری فراست کے علاوہ تقویٰ پر مبنی ہوتے ہیں

شوریٰ کیا ہے؟ شوریٰ دلوں کو باندھنے کا ایک ذریعہ ہے اور شوریٰ سے جتنا اعتماد، انتظام اور جماعت میں پیدا ہوتا ہے بہت کم دوسرے ذرائع سے پیدا ہوتا ہے یا خلیفہ وقت کا براہ راست جماعت سے ایک تعلق ہے اور باہمی اعتماد کا ایک تعلق ہے یا پھر مجلس شوریٰ کا جماعت کے ساتھ ایک باہمی اعتماد کا تعلق ہے۔ اور جیسا کہ میں نے قرآن کریم سے ثابت کیا ہے، مجلس شوریٰ کے ذکر میں جب اللہ تعالیٰ نے یہ نظام جاری فرمایا وہیں اس سے پہلے دلوں کے باندھے جانے، آپس کی محبت کے ذکر اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خلق کا ذکر فرمایا ہے کہ اگر تو ان کے لئے نرم نہ ہو جاتا تو یہ لوگ یوں کرتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جماعت کو آپس میں اکٹھا کرنے اور جماعت کی باہمی محبت کی حفاظت کرنے کے لئے ہر دل کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی نقل کرنی ہوگی۔

وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ کے ذریعے قرآن کریم یہ نہیں کہہ رہا کہ نعوذ باللہ کوئی احتمال تھا۔ فرماتا ہے کہ ایسا ہوا ہی نہیں، نہ ہونا تھا، کہ تو ایسا ہوتا۔ لیکن طرز کلام یوں ہے جیسے ہم کہتے ہیں بفرض محال اگر تو ایسا ہوتا تو پھر تیری تمام تر دیگر اخلاقی خوبیوں اور تعلیمی خوبیوں کے باوجود یہ لوگ تجھے چھوڑ کے بھاگ جاتے۔ اب وہ جو رحمۃ للعالمین تھا، جس کو خدا تعالیٰ نے آخری اور کامل تعلیم عطا فرمائی تھی اس تعلیم کے ہوتے ہوئے بھی، جانتے ہوئے کہ یہ سچا ہے پھر بھی لوگ پیچھے ہٹ جاتے۔ یہ خدا کا کلام ہے جس کی انسانی فطرت پر گہری نظر ہے۔ پس دلوں کا ایک دوسرے کے لئے نرم رکھنا جماعت کی جمیعت کے لئے بے انتہا ضروری ہے اور وہ دل جو آپس میں بندھ جائیں، شوریٰ ان کی شوریٰ ہوتی ہے۔ مشورے وہ ہوتے ہیں جو ان دلوں سے اٹھتے ہیں جو ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، پیار کا تعلق رکھتے ہیں، سچی ہمدردی میں مشورے دیتے ہیں۔ اور یہی وہ بنیادی جماعت احمدیہ کی شوریٰ کی صفات ہیں جن کی وجہ سے، ساری دنیا میں نظر دوڑا کے دیکھیں، مجلس شوریٰ جماعت احمدیہ کی کوئی مثال آپ کو کہیں دکھائی نہیں دے گی۔ بڑی سے بڑی مہذب قوموں میں بھی، خواہ اخلاقی ضوابط کتنے ہی عمدہ اور کیسے ہی بار بار سمجھائے جا چکے ہوں لیکن ان سلجھے ہوئے ضوابط کے باوجود چونکہ دل نہیں ملے ہوتے اس لئے ان کی مجالس جو مشورے کے لئے بلائی جاتی ہیں ان میں تلخیاں، بد دیانتیاں ایک دوسرے پر گند اچھالنا یہ تمام باتیں ضرور راہ پاتی ہیں، کوئی دنیا کا ملک اس سے مبرا نہیں ہے۔ پس وہ چیز جس نے ہمیشہ مجلس شوریٰ کو صالح رکھنا ہے وہ آپ کی محبت ہے۔ اگر ایک دوسرے سے پیار رکھیں گے، ایک دوسرے سے محبت کا سلوک کریں گے، اپنے بھائی کا دل دکھانے سے پرہیز کریں گے، اسے گناہ کبیرہ سمجھیں گے۔ اور اگر غلطی سے دل دکھایا گیا ہے تو معافی طلب کریں گے، تو پھر آپ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کے اندر وہ آپس کا محبت کا رشتہ اور گہرا ہوتا چلا جائے گا کیونکہ یہ بھی ایک بنیادی انسانی فطرت کا راز ہے کہ محبت یا بڑھتی رہتی ہے یا کم ہوتی جاتی ہے، کسی مقام پہ ٹھہرا نہیں کرتی۔

پس وہ جماعتیں جن میں وہ بنیادی محرکات جو محبت پیدا کرتے ہیں، ان کی حفاظت کی جائے، وہ آپس میں ایک دوسرے سے محبت میں بڑھتے رہتے ہیں۔ جہاں وہ محرکات ختم ہو جائیں، ان پر نظر نہ رہے یا دوسری شر کی چیزیں راہ پا جائیں، ایسے موقع پر پھر محبت کے سلسلے منقطع ہونے شروع ہو جاتے ہیں یا ان میں فاصلے بڑھتے بڑھتے آخر وہ سلسلے منقطع ہو جاتے ہیں۔ پس مجلس شوریٰ کی حفاظت کے لئے آپس کی محبت کی حفاظت ضروری ہے۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ مجلس شوریٰ کے اندر تو لازماً بلا استثناء اس قدر تاکید کے ساتھ نگرانی ہونی ضروری ہے کہ ادنیٰ سی بات بھی جو طعن و تشنیع کا رنگ رکھتی ہو اس کو نظام شوریٰ برداشت نہ کرے اور ایسے معاملات کو مرکز کے علم میں لانا ضروری ہے۔ وہاں موقع پر نصیحت بھی ضروری ہے اور اگر یہ سمجھا جائے کہ بات ان کی مقامی جماعت کی طاقت سے کچھ باہر ہے تو پھر اس کو مرکز کے علم میں لانا ضروری ہے۔ یہ بھی ایک خلافت کا کام ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں اور وہ جو ان کاموں پر مامور ہیں ہم توجہ دیتے ہیں۔

شوریٰ کیا ہے؟ شوریٰ دلوں کو باندھنے کا ایک ذریعہ ہے اور شوریٰ سے جتنا اعتماد انتظام اور جماعت میں پیدا ہوتا ہے بہت کم دوسرے ذرائع سے پیدا ہوتا ہے

تمام دنیا کی مجالس شوریٰ کو یہ ہدایت ہے کہ اپنی شوریٰ کی رپورٹیں ہمیں بھجوایا کریں اور جہاں کسی ایک فقرے سے بھی یہ شبہ پیدا ہو کہ تفصیلی بحث کی چھان بین کی ضروری ہے تو چونکہ یہ ہدایت ہے کہ آپ نے اس کی کاروائی ریکارڈ بھی کرنی ہے تو ایسے موقع پر پھر ان کو لکھ کر وہ ریکارڈ منگوایا جاتا ہے اور ایک موقع پر مجھے یہ ضرورت پیش آئی تو مجلس مشاورت ربوہ کا ریکارڈ بھی، بعض کیسٹ ہدایت دے کر منگوائیں اور خود سن کر دیکھا کہ کس رنگ میں وہاں باتیں ہو رہی تھیں اور کیا اس نہائت ہی مقدس روح کی حفاظت کی جارہی تھی کہ نہیں کہ ہم آپس میں بھائی بھائی ہیں اور اللہ کے خاص فضل کے ساتھ ہمیں یہ نعمت عطا ہوئی ہے، اگر ہم نے اس کی ناقدری کی تو اس کا انجام کیا ہے وہ جہنم کا کنارا ہے جو انہی آیات میں مذکور ہے۔ فرماتا ہے تم جہنم کے کنارے پہ پہنچے ہوئے تھے کہ خدا نے تمہیں اس سے کھینچ کر دور کر دیا اور آپس میں ایک دوسرے سے باندھ دیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جہنم کا کنارا اس کا برعکس مضمون ہے تو آپس میں بندھے جانا جنت کا مضمون پیش کرتا ہے۔ یعنی جہنم سے جنت کا سفر بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں اپنی رحمت سے اکٹھا کر دیا اور دوسری جگہ فرماتا ہے کہ یہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ایسا کیا گیا۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لَوْ اَنفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا** اے محمدؐ! تو اگر جو کچھ بھی زمین میں ہے سب کچھ بھی خرچ کر دیتا تو یہ لوگ آپس میں محبت کے رشتوں میں نہ باندھے جاتے یہ اللہ ہی ہے جس نے ان کو اکٹھا کیا ہے۔ دوسری طرف فرماتا ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ پس یہ اللہ کی تجھ پر رحمت تھی اور غیر معمولی رحمت کہ تو ان پر نرم اور مہربان ہو گیا اور اس کے نتیجے میں

لَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ

یہ سارا مضمون وہی ہے جو میں پہلے کچھ حصہ بیان کر چکا ہوں۔

اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس مضمون میں اور اس پہلے مضمون میں جو میں نے ابھی آپ کے سامنے رکھا ہے تضاد کوئی نہیں ہے۔ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نرم دل ہونا ان کو اکٹھے کرنے کا موجب بنا ہے اور اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ تو اگر سب کچھ بھی زمین میں خرچ کر دیتا تو ان کو اکٹھا نہ کر سکتا۔ ان دو میں کوئی تضاد نہیں ہے، بلکہ دو الگ الگ باتیں ہیں۔ مومنوں کے دلوں کی محبت پیسے کے نتیجے میں نہیں ہوتی اور خرچ کے نتیجے میں نہیں ہوتی اس مضمون کو چھوڑ کر، بعض لوگ سمجھتے ہیں، یعنی اس کو نظر انداز کر کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو پھر کوئی واسطہ ہی کوئی نہ ہوا۔ صرف اللہ نے براہ راست محبت پیدا کر دی ہے اور حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے کی کیا بات ہوئی؟ یہ محض کم فہمی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ذریعے ہی اللہ تعالیٰ نے مومنوں میں محبت پیدا کی ہے اور آپ کے رحمت ہونے کی ایک یہ نشانی بھی ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ تجھے جو ہم نے رحمۃ للعالمین بنایا ہے اس

SUPPLIERS OF FROZEN AND FRIED
MEAT SAMOSAS, VEGETABLE SAMOSAS,
CHICKEN SAMOSAS & LAMB BURGERS
PARTIES CATERED FOR
KHAYYAMS
280 HAYDONS ROAD, LONDON SW19 9TT
TEL: 081 543 5882 - MOBILE: 0860 418 252

رحمت کے اندر بہت سے اخلاقی پہلو ہیں۔ ایک پہلو اس کا یہ ہے کہ تو ان پر مہربان ہے، نرم دل ہے اور اس کے نتیجے میں پھر وہ اکٹھے ہوئے ہیں ورنہ یہ بھاگ جاتے تو صاف پتہ چل رہا ہے کہ مومنوں کی تالیف قلب میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی رحمت کا ایک براہ راست گہرا تعلق ہے اور وہ رحمت جب لِنْتَ لَهُمْ کے طور پر جلوہ گر ہوتی ہے، رحمت کے بہت سے پہلو ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ دل ان کی محبت میں نرم ہو جاتا ہے، ان کے لئے ہر وقت جھکا رہتا ہے تو پھر مومنوں کے لئے ایک تالیف قلب کا سامان پیدا ہوتا ہے۔

دوسرا مضمون جو اس میں ہے یہ ہے کہ کوئی دنیاوی ذریعہ، اگر اللہ کی رحمت تجھے عطا نہ ہوتی، اور وہ یہ رحمت تھی جس کا ذکر کیا ہے، کوئی دنیاوی ذریعہ نہ مومنوں کو اکٹھا کر سکتا تھا اور نہ کبھی قوموں میں مال و دولت کے خرچ سے محبتیں پیدا ہوئی ہیں اور یہ بھی یاد رکھیں وہ لوگ جن کو لالچ ہو، جو پیسے کے نتیجے میں اکٹھے ہوتے ہوں، ان کی محبتیں، جو ظاہری نظر آنے والی محبتیں تو محبتیں کہلا ہی نہیں سکتیں، یہ تو خود غرضیاں ہوتی ہیں۔ پیسے کی حرص میں جو کچھ خلق انسان کے اندر موجود ہے وہ بھی کھایا جاتا ہے اور ختم ہو جاتا ہے اور ایسے لوگ مکھیوں کی طرح ہوتے ہیں جو گندگی پر بیٹھتی ہیں، جب تک گندگی کا رس چوستی ہیں بیٹھی رہتی ہیں، اس کے بعد اٹھ کے کسی اور گندگی کی تلاش میں چلی جاتی ہیں۔ مگر فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ میں جو مضمون ہے وہ تو ہمیشہ ہمیش کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی طرف بڑے جذبے اور پیار اور محبت اور والہیت کے ساتھ جھکے رہنے کا نام ہے۔ یہ ہے حقیقی تالیف قلب جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے ذریعے ہوئی۔ کیونکہ ایسی صفت ہے جو عارضی نہیں ہے، جو ایک مستقل صفت ہے۔ دل کی نرمی اور دل سے پھوٹنے والا پیار کوئی ایسی چیز تو نہیں ہے کہ آج میٹھا اور کل کڑوا ہو جائے، یہ تو ایک دائمی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے خلق کا اظہار قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ آپ ہیں ہی ایسے، وقتی طور پر نہیں ایسے ہوئے بلکہ ہمیشہ سے اللہ کی رحمت کے نتیجے میں بنائے ایسے گئے ہیں اور اس کے نتیجے میں مومنوں کا آپ کے گرد اکٹھے رہنا ایک لازمی امر ہے، یہ تبدیل نہیں ہو سکتا اور نہ ہوا۔ ایک لمحہ بھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی زندگی میں نہیں آیا کہ جب مومن آپ کی ذات سے دور ہوئے ہوں۔ پس یاد رکھیں کہ وہی کردار ہم نے اپنے معاشرے میں ادا کرنا ہے۔ اور جب آپ یہ کردار ادا کر دیں تو پھر مجلس شوریٰ کا ماحول پیدا ہوتا ہے لیکن شوریٰ سے پہلے دو اور نصیحتیں بھی ہیں جو فرمائی گئی ہیں ان کو پیش نظر رکھیں۔

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ ان سے عفو کا سلوک فرما۔ جب انسان کسی سے پیار کرتا ہے تو اس کا ایک ثبوت اس کے عفو میں ظاہر ہوتا ہے۔ کئی لوگ اپنے پیاروں سے پردہ پوشیاں کرتے رہتے ہیں اور جن سے پیار نہ ہو ان کے چھوٹے سے نقص کو بھی اچھال کے باہر پھینکتے ہیں۔ تو عفو کا محبت سے گہرا تعلق ہے اور عفو محبت کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا۔ پس جہاں اللہ تعالیٰ ہم سے عفو کا سلوک فرماتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق سے محبت کا اظہار ہے جہاں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کو نصیحت ہے کہ تو جب رحمت ہے ان کے لئے، جب تو ان کے لئے نرم دل ہے تو اس کا طبعی نتیجہ دکھا، ان سے عفو کا سلوک کر۔ یہ مراد نہیں تھی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم اس سے پہلے عفو نہیں کرتے تھے۔ یہ ایک طرز کلام ہے ہمیں سمجھانے کے لئے کہ دیکھو محمد رسول اللہ کو محبت تھی، انہوں نے عفو بھی کیا۔ تمہیں اگر آپس میں ایک دوسرے سے سچا پیار ہے تو تمہیں بھی عفو کا سلوک کرنا پڑے گا۔ عفو سے مراد ہے روز مرہ کی عام غلطیوں، عام کمزوریوں پر، انسان بے وجہ تلخی محسوس نہ کرے یا تلخی محسوس کرنے کا موقع بھی ہو تب بھی برداشت کر جائے اور اپنے پیارے سمجھ کر ان سے انسان نرمی کا سلوک جاری رکھے۔ عفو کا مطلب ایک یہ ہے کہ آپ ایک چیز دیکھ رہے ہیں پتہ ہے ٹھیک نہیں ہو رہی آنکھیں اس طرف کر لیں مگر اس کی ایک حد ہوتی ہے اس کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

> **آپس کی الفت نہ ہو تو مشورے بے معنی، بے حقیقت بلکہ بسا اوقات نقصان دہ ہو جاتے ہیں**

عفو کا مضمون جو ہے اس کا تعلق ایسی کمزوریوں سے ہے جن کا زیادہ تر اثر آپ کی ذات پر پڑتا ہے۔ اگر ایسی کمزوریاں ہیں جو نظام جماعت میں رخنہ ڈالنے والی ہوں تو وہاں عفو کا کوئی تعلق نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نظام جماعت میں رخنہ تو عفو کی بنیادی وجہ کے منافی ہے۔ عفو تو پیدا اس لئے ہوا تھا کہ آپس میں محبت ہے تو وہ لوگ جو محبتوں پر حملے کر دیتے ہیں اور محبتوں پر تبر رکھ دیتے ہیں، جو عفو کی جڑ کاٹتے ہیں، ان سے عفو کا سلوک کیسے ہو سکتا ہے، ان سے عفو کی تعلیم کیسے دی جا سکتی ہے۔ پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کہیں بے انتہا عفو دکھائی دیتا ہے، کہیں بڑی سخت پکڑ دکھائی دیتی ہے۔ اور وہ لوگ جو ان باتوں کا فرق نہیں سمجھتے وہ پھر بعض دفعہ، جب میں بھی سنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتا ہوں تو، مجھ پر اعتراض کرتے ہیں، مجھے لکھتے ہیں، یعنی اعتراض ان معنوں میں نہیں جس طرح ایک بیہودہ باتیں کرنے والا اعتراض کرتا ہے بلکہ اپنی نافہمی کی وجہ سے ان سے کوئی قصور ہوا ہوتا ہے، کہتے ہیں آپ تو عفو کی تعلیم دیتے تھے، آپ تو کہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم بے حد عفو کرنے والے ہیں تو ہمارے معاملے میں کیا بات ہے، ہم سے کیوں نہیں عفو کا سلوک ہو رہا، تو وہ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ عفو کے بھی مواقع ہیں اور پکڑ کے بھی مواقع ہیں۔ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ سریع العقاب ہے، سریع الحساب ہے اور بعض دفعہ عفو، غفور ہے۔ تو جب تک آپ ان بنیادی صفات الٰہی کو جو صفات محمد مصطفیٰ بھی بنیں ان پر غور کر کے ان کی کنہ کو نہیں سمجھیں گے اپنے روز مرہ معاملات کو درست کر نہیں سکتے اور نہ نظام جماعت سے آپ کا صحیح، حقیقی طور پر صالح تعلق قائم ہو سکتا ہے۔ پس فرمایا اگر تم ان سے محبت کرتے ہو اور کرنا چاہتے ہو تو پھر لِنْتَ لَهُمْ کے بعد عفو کا سلوک ضروری ہے لیکن ان شرائط کے ساتھ جن کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے، تفصیل سے یہاں بیان نہیں کیں مگر کئی موقعوں پر بیان بھی کی ہیں۔ عفو کا ایک محل ہے، موقع ہے، اس کے اندر رہتے ہوئے ضرور عفو سے کام لینا چاہئے اور عفو کا بہت زیادہ تعلق انسان کی ذاتی تکلیف سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس تکلیف پر غیر معمولی عفو کا سلوک فرمایا ہے جو آپ کی ذات کو پہنچی تھی۔ لیکن نظام جماعت پر جب ضرب پڑی ہے تو آپ نے عفو کا سلوک نہیں کیا کیونکہ وہ امانت ہے۔ عفو کا ایسے جرم سے تعلق ہے جو آپ کے خلاف ہو اور جس میں آپ مالک ہوں چاہیں تو یہ سلوک کریں، چاہیں تو وہ سلوک کریں۔ مگر جہاں آپ امین بن جاتے ہیں، امانت دار ہیں، اللہ تعالیٰ کی امانت آپ کے سپرد ہے وہاں نہ صرف یہ کہ عفو کے سلوک کی اجازت نہیں بلکہ قرآن کریم نے مومنوں کی اس تربیت کے پیش نظر ان کو متنبہ کیا ہے کہ جب خدا کے حکم کے تابع تم ایک آدمی کو سزا دے رہے ہو تو پھر یاد رکھنا وہاں نرمی کرو گے تو تم گنہگار بن جاؤ گے، تمہیں وہاں نرمی کا حق نہیں ہے۔

> **عفو کا تعلق ایسی کمزوریوں سے ہے جن کا زیادہ تر اثر آپ کی ذات پر پڑتا ہے۔ اگر ایسی کمزوریاں ہیں جو نظام جماعت میں رخنہ ڈالنے والی ہوں تو وہاں عفو کا کوئی تعلق نہیں ہے**

پس قرآن کریم ایک کامل کتاب ہے، نہایت متوازن کتاب ہے، ہر تعلیم کو اس کے موقع اور محل پر بیان کرتی ہے اور موقع اور محل کی خوب نشان دہی کرتی ہے۔ پس اس پہلو سے میں مجالس شوریٰ کی روح کی حفاظت کی خاطر آپ کو سمجھا رہا ہوں کہ عفو کا سلوک عام کریں اور عفو زیادہ تر وہاں ہو جہاں اپنے آپ کو تکلیف پہنچی ہے اور اس تکلیف کو نظر انداز کرتے ہوئے خدا کی خاطر صبر کریں اور اپنے بھائی سے عفو کا سلوک فرمائیں اس سے محبت بڑھے گی۔ لیکن

DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES
DIRECT TO THE PUBLIC

4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL,
MIDDLESEX, UB1 1DO
TELEPHONE 081 571 0859/9933
MOBILE 0831 093 120
FAX 081 571 9933

مصیبت یہ ہے کہ اکثر اوقات اپنی دفعہ تو لوگ یوں بھڑک اٹھتے ہیں جیسے کسی بھڑکیلے مادے کو تیلی دکھادی گئی ہو اور نظام جماعت کی دفعہ آنکھیں بند۔ منافق بیٹھے ہیں، باتیں کر رہے ہیں، آپ مزے سے ان کی باتیں سنتے ہیں، یا مزے نہ بھی لیتے ہوں تو اٹھ کر آجاتے ہیں، کوئی فکر نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ تو جہاں موقع اور محل نہ رہے وہاں بدزیبی آجاتی ہے، بدصورتی اسی کا نام ہے۔ ہر چیز جو باموقع ہو، برمحل ہو وہ خوبصورت ہے اور جو محل سے ہٹ جائے وہ بدزیبی ہے۔ اب کتنا ہی خوبصورت ناک ہو کسی کا، یہاں کی بجائے ماتھے پر لگ جائے تو لوگ دور بھاگیں گے اس سے، کوئی ایسا شخص، کوئی مرد ہے تو کوئی لڑکی سوچ بھی نہیں سکے گی کہ ایسے سے شادی کرے، سوچے تو ناک کٹوا کے ہی کرے گی۔ مگر یہ بے محل ہونے کا نتیجہ ہے اپنی ذات میں وہ ناک خوبصورت ہے۔ آنکھ ایک ادھر ہو جائے اور ایک نیچے لگ جائے تو بہت بھیانک تصور پیدا ہوتا ہے حالانکہ دونوں آنکھیں اپنی ذات میں کیسی ہی خوبصورت ہوں تب بھی وہ کشش کی بجائے وہ بڑا سخت دور پھینکنے کا کردار ادا کرتی ہیں، دھکا دینے کا کردار ادا کرتی ہیں۔ تو عفو بھی اپنے محل پر خوبصورت ہے، محل سے ہٹے گا تو بدزیب ہو جائے گا۔

پس جماعت میں اگر مجلس شوریٰ کی روح کو زندہ رکھنا ہے تو عفو پر اس طرح عمل کریں جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ دین کی غیرت کی راہ میں عفو کو کبھی حائل نہیں ہونے دیا۔ اپنی تکلیف بہت اٹھائی، بہت دکھ اٹھائے، مگر جہاں تک ہم نے مطالعہ کیا ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کی تکلیف کا بدلہ کسی سے نہیں لیا، اس کو عفو کہتے ہیں۔ اور اس عفو کے نتیجے میں پھر استغفار پیدا ہونا ایک لازمی بات ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب آپ عفو کرتے ہیں تو یہ بھی تو خیال آتا ہے کہ اس شخص نے خدا کو بھی تو ناراض کر لیا ہوگا۔ اب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرنا دو پہلو رکھتا تھا ایک یہ پہلو کہ آپ نے اس کو برداشت کر لیا اور اس کے نتیجے میں اس کو معاف فرما دیا۔ ایک اور پہلو تھا کہ خدا بھی تو ناراض ہو جاتا تھا اور بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان خود معافی میں مستعد ہوتا ہے یعنی جلدی دکھاتا ہے اور کہتا ہے میں بالکل کسی قسم کا بدلہ نہیں لینا چاہتا۔ مگر اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتا۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق میں ایسا بارہا ہوتا تھا کیونکہ آپ اپنی ذات کا جرم معاف کرنے میں بالکل بے پرواہ ہوتے تھے مگر جس کو کسی سے پیار ہو اس کے خلاف وہ جرم برداشت نہیں کرتا۔ یہ ویسی ہی مثال ہے جیسے میں نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ آپ کے سامنے سنایا تھا کہ آپ کو ایک شخص گالیاں دے رہا تھا اور نہایت سخت کلامی کر رہا تھا۔ مہمان باہر سے آیا ہے اور آتے ہی اس نے دندناتے ہوئے مسجد میں آپ کے خلاف باتیں کرنی شروع کر دیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خاموش بیٹھے سنتے رہے۔ ایک صحابی سے برداشت نہیں ہوا انہوں نے آگے سے کوئی سختی سے جواب دیا، مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روک دیا کہ نہیں کرنا ایسا۔ انہوں نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے، کہ آپ ہمارے امام ہیں ٹھیک ہے لیکن جب محمد رسول اللہ کو گالیاں دی جائیں آپ برداشت نہیں کر سکتے اور ہم سے کس طرح توقع رکھتے ہیں کہ اپنے پیر کو گالیاں دیتے ہوئے سنیں اور ہم برداشت کر لیں۔ تو میں یہ نہیں کہہ رہا کہ برداشت نہ کرو میں یہ سمجھا رہا ہوں کہ ایک فطرتی بات ہے۔

مشاورت امانت ہوا کرتی ہے اس کے وہی حصے باہر بیان ہونے چاہئیں جن کی اجازت ہو

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ لکھتے ہیں کہ مجھے جتنے روزانہ گالیوں کے خط آتے ہیں اور جیسا جیسا گند بولا جاتا ہے، کہتے ہیں تم لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ کیا کیا ہو رہا ہے مجھ سے، لیکن میں برداشت کرتا ہوں اللہ کی خاطر اور کبھی پرواہ نہیں کی۔ مگر جب پادریوں نے محمد رسول اللہ کے خلاف بدزبانیاں کی ہیں تو دیکھیں جوابی حملے کیسے کیسے سخت کئے ہیں تو یہی اللہ تعالیٰ کا حال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بعض دفعہ اپنے ولی کی بے عزتی اور ولی کے ساتھ گستاخی کے سلوک کو بالکل برداشت نہیں کرتا اور ایسا ردعمل بعض دفعہ اللہ تعالیٰ دکھاتا ہے جیسے ایک ہتھنی کے بچے کو مار دیا گیا ہو تو ہتھنی اس ظالم پر حملہ کرتی ہے اور اس کی لاش کو پھر مٹی میں رگید کر اس کے نشان مٹا دیتی ہے روند روند کر۔ تو اللہ کی غیرت کا بھی ایک سوال تھا اور قرآن کریم میں "واستغفرلھم" کا مضمون اسی لئے بیان ہوا ہے خصوصیت سے، کہ اے محمدؐ! تو تو معاف کرے گا، ہم جانتے ہیں، لیکن پھر ان کے لئے بخشش بھی اللہ سے مانگنا کیونکہ ہو سکتا ہے بعض گستاخیاں ہوں اللہ معاف نہ کرے، تجھے ہی بخشش بھی مانگنی ہوگی۔ اور جب تو یہ کرتا ہے تو ایسے لوگ پھر اس بات کا حق رکھتے ہیں تو ان سے مشورے کرے کیونکہ یہ لوگ تجھ سے محبت کریں گے، تیرے عاشق ہو چکے ہوں گے پھر یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ تجھے غلط مشورے دیں۔ لیکن مشورہ ان سے کر، فیصلہ تو نے کرنا ہے۔ اور جب محبت کے یہ تعلق ہوں تو فیصلہ چاہے مشوروں کے خلاف ہو، کبھی اس کے نتیجے میں دوریاں پیدا نہیں ہوتیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے زمانے میں خصوصیت سے مجھے یاد ہے، ہمیں بچپن سے ہی آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجلس شوریٰ میں ضرور آنا ہے اور بڑے اہتمام سے ہم لوگ باقاعدہ مجلس شوریٰ میں شریک ہوتے تھے بطور زائر کے، لیکن بہت سی ایسی اہم تربیت مجلس شوریٰ میں ایسی ہو رہی ہوتی ہے جو نہ تقریروں میں، نہ خطبوں میں، نہ باہر کہیں ہوتی ہے وہ سارا ماحول ایک زندہ، فعال حرکت رکھتا ہے جس میں جماعت ایک دوسرے کے ساتھ ایک تعامل کر رہی ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ تعلق اور اس کے نتیجے میں جو ردعمل پیدا ہو رہے ہیں اس کی ایک ایسی زندہ مثال ہے جیسے دو کیمیکلز کو آپس میں ملائیں تو آپ دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ اس کے اندر آواز اٹھتی ہے اور کیمیکل ردعمل پیدا ہوتے ہیں اور پھر اس سے ایک نئی چیز بنتی ہے۔ تو مجلس شوریٰ جماعت کے باہمی تعامل کا نام ہے اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھی تربیت ہوتی ہے، تو مجھے یاد ہے ہمیشہ مجلس شوریٰ میں ہم دیکھا کرتے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یہی بعد میں سب کا رواج رہا اکثر معاملات میں مشوروں پر بہت غور کرتے، ان کو سراہتے اور ان کی تائید میں فیصلے دیتے اور بعض دفعہ ان کے برخلاف فیصلے دیتے۔ بعض دفعہ تکلیف بھی محسوس کرتے اور بعضوں کو سمجھاتے کہ تم نے یہ غلط کیا ہے، یہ مشورہ دینا ہی نہیں چاہئے تھا، یہ نادانی ہے، یہ ناسمجھی ہے۔ لیکن کبھی ایک بھی واقعہ ایسا نہیں ہوا کہ جس کے نتیجے میں جماعت کے دل میں کوئی منفی ردعمل پیدا ہوا ہو۔ بلکہ وہ واقعات، وہ مواقع جن میں خلیفہ وقت نے شوریٰ کی بات نہیں مانی، اپنی تسلیم کروائی ہے، وہ ہمیشہ کے لئے خلافت کی تائید میں ایک زندہ ثبوت بن گئے کہ وقت نے ثابت کیا کہ وہی بات درست تھی اور اکثریت کے فیصلے غلط تھے۔ یہ ہے مجلس شوریٰ۔ اور اس روح کو قائم رکھنے کے لئے آپس کا اعتماد ضروری ہے، یہ میں آپ کو سمجھا رہا ہوں۔ اگر یہ آپس کا اعتماد نہ ہو تو یہ ہو ہی نہیں سکتا اکثریت چھوڑ کے اگر ایک آدمی زائد بھی کسی ایسی پارٹی کے ساتھ ہو جس کا فیصلہ رد ہوتا ہے، تو دیکھیں کیسی قیامت آجاتی ہے، کہ ہمارے اکتیس ممبر تھے تمہارے تیس تھے اس لئے اکتیس کی بات مانی جائے گی تیس کی نہیں مانی جائے گی۔ اور اگر کوئی اس کے خلاف فیصلہ دینے کی جرات کرے تو دیکھیں کیسی کیسی قیامتیں ٹوٹیں گی۔ مگر ایسے فیصلے بھی ہوئے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی، بعد میں بھی اور ہم نے خلافت کے دور میں جو مجلس شوریٰ دیکھی اس میں تو، بارہا تو نہیں، مگر کئی دفعہ ایسا دیکھا ہے، کہ ساری شوریٰ کی ایک رائے اور خلیفہ وقت کی دوسری اور وہی رائے درست نکلی۔ تمام صحابہ کی ایک رائے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری اور وہی رائے درست نکلی۔

ایک وہ موقع تھا صلح حدیبیہ کا جبکہ حدیبیہ کے میدان میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ یہ تھا کہ چونکہ راستہ محفوظ نہیں ہے اور قرآن کی رو کے منافی ہے کہ حج غیر محفوظ رستے پر بھی کیا جائے۔ آپ نے فرمایا حج نہیں ہوگا، یہیں قربانیاں دو۔ اور سارے صحابہ بلا استثناء، متفق ہی نہیں، زور دے رہے تھے، جوش دکھا رہے تھے، کہ نہیں ہم نے حج ضرور کرنا ہے، آپ نے کسی کی نہیں سنی۔ وہی فیصلہ صادر فرمایا اور تاریخ گواہ ہے کہ کس طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو حیرت انگیز برکت نصیب ہوئی ہے اور صلح حدیبیہ ہی کے موقع پر فتح مکہ کی بنیاد ڈالی گئی ہے اور اسی موقع پر جو سورۃ نازل ہوئی ہے اس میں یہ خوشخبری دے دی گئی تھی کہ ایک فتح نہیں، ہم تجھے دوسری فتح کی بھی خوشخبری دے رہے ہیں، تو نے خدا کی خاطر اپنا سر جھکا دیا اور گویا کہ انسان ہر دفعہ اپنی ہی شکست تسلیم کرتا ہے۔ سورہ فتح کا مضمون یہ ہے کہ تو نے خدا کی خاطر اپنی شکست تسلیم کر لی اس لئے خدا تجھے فتح پر فتح دے گا۔ یہ بظاہر کمزوری کی صلح بھی ترے لئے طاقت کا موجب بنے گی اور پھر ایک اور فتح بھی ہے جو اس کے بعد آنے والی ہے۔ پس دیکھیں ایک شخص کا فیصلہ تھا، توکل علی اللہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اللہ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور جن سے محبت کرتا ہے پھر ان کے خلاف کوئی سازش کامیاب نہیں ہونے دیتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے زمانے میں بھی ہم نے یہی دیکھا کہ جب آپ فیصلہ، شوریٰ کے فیصلے کے خلاف فرماتے تھے تو ساری مجلس شوریٰ اول تو اسی فیصلے پر بچھ جاتی تھی۔ کوئی ایک مجلس شوریٰ میں شامل نمائندہ بڑبڑاتا ہوا باہر نہیں نکلتا تھا کہ ہمارے فیصلے کے خلاف فیصلہ کر دیا۔ ایک بھی مثال اس کی مجھے یاد نہیں جو اس وقت ظاہر ہوئی ہو یا بعد میں جماعتوں میں جا کر کسی نے یہ بات کی ہو۔ اس سے ایک اور بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ مجلس شوریٰ کا نمائندہ چننے والے متقی لوگ تھے۔ وہ اپنے میں سے اسی کو چنتے تھے جو متقی ہوتے تھے اور ان کا یہ

رد عمل بتا رہا ہے کہ کیسے تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ کسی ایک نے بھی یہ غلطی نہیں کی کہ باہر جاکر کوئی بات کی ہو کہ جی ہمارا فیصلہ یہ تھا اور فلاں ہو گیا۔ بلکہ سارے باہر نکلتے ہوئے، ہنستے کھیلتے یہی باتیں کیا کرتے تھے اس دن رات تک یہی مضمون رہتا تھا کہ دیکھو ہم کیسے بے وقوف نکلے اور وہی ہونا چاہئے تھا جو خلیفہ وقت نے فیصلہ دیا تھا اور جو ہمیں سمجھایا ہمارے ذہن میں آیا ہی نہیں، واقعتہً یہی چیز درست تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے کہ ہمیں ایسے عظیم الشان صالح نظام کا جزو بنایا ہے جہاں غلطی کے ہر امکان کو دور کرنے کے لئے درستی کرنے کا ایک طریق مقرر فرما رکھا ہے اور ان دونوں کے تعاون کے نتیجے میں ایک نہایت صحت مند، پاکیزہ نظام قائم ہوتا ہے۔ پس مجلس شوریٰ میں ان باتوں کو ضرور ہمیشہ پیش نظر رکھیں آج بھی اور کل بھی۔ اگر ان باتوں پر آپ عمل کریں گے تو آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت ہمیشہ زندہ رہے گی اور مجلس شوریٰ سے خلافت کو تقویت ملتی اور خلافت سے مجلس شوریٰ کو صحت عطا ہوتی ہے۔ پس ان دونوں باتوں کے نتیجے میں جماعت کی زندگی کی ہمیشہ ہمیش کے لئے ضمانت میسر آئے گی۔ پس تقویٰ کے ساتھ مشورے دیا کریں۔ محبتیں بڑھانے کے فیصلے کیا کریں اور جیسا کہ میں نے مثال دی ہے مشورہ سوچتے وقت ان باتوں کو سوچا کریں جو آپ کے دل سے از خود اخلاص کے ساتھ اٹھ رہی ہیں۔ ان میں میں نے ایک مثال دی ہے، جماعتوں کے اندر اگر کہیں تلخی پائی جاتی ہے تو ان کی وجوہات پر غور کر کے اس رنگ میں اپنی شوریٰ میں پیش کریں کہ اس کے نتیجے میں تلخی لازماً کم ہو، بڑھے نہیں۔ اگر بڑھانے کے انداز میں مشورہ دے دیا تو آپ ذمہ دار ہوں گے۔ اور ایسے مشورے کو پھر قبول بھی نہیں کرنا چاہئے۔ لیکن اس کے علاوہ روز مرہ کی باتیں ہیں، تربیت کے نئے نئے تقاضے ہیں، نئی نئی قومیں احمدیت میں اور اسلام میں داخل ہو رہی ہیں، پھر اصلاح و ارشاد کے بہت بڑے اور وسیع تقاضے اور بڑی امیدیں آپ سے وابستہ کی گئی ہیں، تو یہ سارے امور وہ ہیں جن میں دن رات آپ کو پریشانی لاحق ہونی چاہئے۔ سوچتے رہنا چاہئے کہ اس ضمن میں ہم کیا طریق اختیار کریں کہ اپنے مقاصد کو توقع سے بھی بڑھ کر حاصل کر سکیں۔ تو پھر جو باتیں آپ کے دل سے خود بخود پھوٹتی ہیں، انہی پر مشورے ہونے چاہئیں اور جب آپس میں ایک دوسرے کو مشورہ دیں گے تو پھر ایک پختہ ذہن کا مشورہ جو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ایک کمال کے درجے کو پہنچا ہوا ذہن ہو گا یعنی اجتماعی ذہن جماعت کا۔ وہ مشورے جب پہنچیں گے، وہ پھوٹیں گے، ان کی منظوری ہو گی پھر فیصلے بنیں گے۔ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ کا مضمون نہ بھولیں۔ آج بھی اسی طرح جاری ہے، کل بھی اسی طرح جاری رہے گا۔ تمام مجالس شوریٰ کے فیصلے جن کو آپ سمجھتے ہیں، وہ مشورے ہیں۔ فیصلہ اس وقت بنتے ہیں جبکہ امام وقت ان کو قبول کر لیتا ہے اور وہ فیصلے بنتے ہیں جس شکل میں وہ ان کو قبول کرتا ہے پھر توکل علی اللہ کا مضمون ہے پھر پرواہ نہ کریں پھر لازماً انہی فیصلوں میں برکت ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ مضامین بار بار دہرانے کے لائق ہیں کیونکہ جماعت کی زندگی سے اور جماعت کی بقا سے ان کا گہرا تعلق ہے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مجلس شوریٰ جماعت کے باہمی تعامل کا نام ہے

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور انور نے فرمایا:

مجلس شوریٰ جو ربوہ میں منعقد ہو رہی ہے ان کو تو السلام علیکم خاص طور پر کہنا تھا۔ محبت بھرا پیغام دینا تھا۔ مبارکباد دینی تھی اسیران راہ مولیٰ کی آزادی کی۔ ان ہواؤں کے رخ میں تبدیلی کی مبارکباد دینی تھی اور ہواؤں کی لہک میں جو خوشگوار اثرات ظاہر ہوئے ہیں ان کے اوپر مبارکباد دینی تھی اور ایک بات خاص طور پر یہ کہنے والی ہے کہ مشاورت امانت ہوا کرتی ہے اس کے وہی حصے باہر بیان ہونے چاہئیں جن کی اجازت ہو ورنہ آپس کے مشورے ایک امانت کا رنگ رکھتے ہیں اور خصوصیت سے جو تبلیغی منصوبے وغیرہ بنائے جاتے ہیں ان میں یہ امانت کا پہلو زیادہ غالب ہے تو اپنے مشوروں کو امانت کے ساتھ دیں اور امانت کے ساتھ ہی اپنے سینوں میں لے کر واپس جائیں۔ اتنے ہی پہلو ظاہر فرمائیں جن پہلوؤں کے متعلق مجلس شوریٰ یا صدر مجلس کی ہدایات ہے کہ ان کو عام کریں ورنہ باقی جو آپس کی سوچیں ہیں ان میں غور و فکر ہونا چاہئے اور آپ پر خدا کی طرف سے عائد کردہ امانت آپ کے دل میں ہی محفوظ رہنی چاہئے۔ بعض دفعہ بے تکلف اور غیر محتاط تبصرے نقصان پہنچا جاتے ہیں اور اس سے دشمن کو خواہ مخواہ شرارت کا موقع مل جاتا ہے۔ یہ بات ایک میں نے کہنی تھی جو بھول گیا تھا اس لئے میں خطبے کے بعد اسے شامل کر دیا ہے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ہر بار نئے تازہ نشاں دیکھا کئے ہم

اس دور کی تاریخ کا چل نکلا ہے دھارا
ہے جادہ منزل کی طرف اس کا اشارا
یہ دور جو بنیاد ہے آئندہ صدی کی
قدرت نے بہ انداز دگر اس کو سنوارا
تقدیر الٰہی رہی ہر حال میں غالب
ہر چند کہ فتنوں نے بھی سر اپنا ابھارا
ہر بار نئے تازہ نشاں دیکھا کئے ہم
ہر آن ہے اللہ کی نصرت کا سہارا
گرداب میں موجوں سے رہے دست و گریباں
دل کو نہ مگر منت ساحل تھی گوارا
طوفان پلٹ جاتے رہے اس کے کرم سے
جب بھی کبھی اس قادر مطلق کو پکارا
افلاک سے نازل ہوئی باران الٰہی
دریائے کرم کی کوئی حد ہے نہ کنارا
نادرؔ ہوا آزاد غم سود و زیاں سے
کافی نہیں کیا بندے کو اللہ کا سہارا

(نادر قریشی)

بقیہ "مختصرات" از صہ ا

۵ مئی ۱۹۹۴ء۔ آج بھی پروگرام کی ابتداء میں حضور انور نے ہومیو پیتھی طریق علاج کا مختصر ذکر کیا اور حدیث نبوی "العلم علمان علم الادیان و علم الابدان" کی تشریح میں فرمایا کہ اس کلاس سے میرا مقصد یہ ہے کہ احمدی ساری دنیا کے حقیقی معنوں میں روحانی اور جسمانی مسیحا بن سکیں اور ہر قسم کے مریضوں کی شفا جماعت سے وابستہ ہو جائے۔

بعد ازاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پر معارف حوال جات کی بہت لطیف تشریح کرتے ہوئے ختم نبوت کی حقیقت کو بیان فرمایا اور لمبی گفتگو کے آخر میں بطور خلاصہ فرمایا کہ ہمارا اعتقاد تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام محبوبوں کے خاتم ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام تمام عشاق کے خاتم ہیں۔

۶ مئی ۱۹۹۴ء۔ آج کی مجلس میں حسب ذیل سوالوں کے جواب دئے گئے۔ (۱) نجومیوں کو ہاتھ دیکھ کر بعض اوقات صحیح باتوں کا پتہ لگ جاتا ہے یہ کیسے ہوتا ہے؟ (۲) عورتوں کے مسجد میں جانے کے بارہ میں وضاحت (۳) کیا بچہ کی خوشی اور محبت بڑھانے کے لئے سالگرہ منانی جائز ہے؟ (۴) والدین کو اپنی اولاد کی ازدواجی زندگی میں کس حد تک دخل دینے کی اجازت ہے؟ (۵) شب برات کس وجہ سے منائی جاتی ہے؟ (٦) کیا عورت اپنے خاوند کے بھائیوں، کزن یا اپنے کزن سے ہاتھ ملا سکتی ہے؟ (۷) جمعہ کے موقعہ پر خطبہ ثانیہ کی ضرورت و اہمیت (۸) قیامت کب ہو گی؟ (۹) کیا انسانی تاریخ کے مختلف ادوار روحانیت اور دنیاوی ترقی کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں؟ (۱۰) اعتراض کا جواب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے انصاف کا سلوک نہیں کیا۔ (۱۱) زنا کے اقراری مجرم کی بات سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین بار منہ پھیر لینے کی کیا وجہ تھی؟ (۱۲) پامسٹری کی حقیقت کیا ہے؟ (۱۳) کیا روشنیوں اور قرآنی آیات سے مراقبہ جائز ہے؟۔

۷ مئی ۱۹۹۴ء۔ آج کے پروگرام میں بنگلہ دیش کے چار احمدی احباب نے شمولیت کا فخر حاصل کیا۔ حضور نے بنگلہ زبان میں ان کی خیریت دریافت فرمائی۔ بنگلہ دیش اور وہاں کے لوگوں کے بارہ میں عمومی تاثرات کے بیان کے بعد حضور انور نے مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب دئے۔

(۱) عورتوں کا اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا اور ملازمت کرنا۔
(۲) کیا امام مہدی کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے؟

پروگرام کے دوران دو بنگالی نوجوانوں نے اپنی دلکش آواز میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دو پر معارف نظموں کے چند اشعار پڑھ کر سنائے۔ حضور انور نے انہیں خوب سراہا اور مزید نظمیں ریکارڈ کروانے کی ہدایت فرمائی۔

۸ مئی ۱۹۹۴ء۔ آج کی مجلس میں چار انگریز احمدیوں نے شمولیت کی۔ حضور انور نے ان کے مندرجہ ذیل سوالات کے جواب بہت تفصیل سے بیان فرمائے۔

(۱) کیا کوئی ایسے گناہ ہیں جو کبھی بخشے نہیں جائیں گے۔
(۲) حیات آخرت، جنت اور دوزخ کی حقیقت کیا ہے۔
(۳) مغربی ممالک کا اقتصادی نظام اور سود کے مضرات پر اظہار خیال۔
(۴) صوفی ازم کی حقیقت۔
(۵) تحریک خلافت پر عمومی تبصرہ۔
(٦) Out of Body Experience کی حقیقت کیا ہے؟

(ع - م - ر)

نوجوان ڈاکٹروں اور میڈیکل طلباء کی رہنمائی کے لئے

(ڈاکٹر ملک مسعود احمد مجوکہ - لندن)

یہ مضمون خاکسار کے ذاتی تجربہ، مشاہدہ اور جمع شدہ معلومات پر مشتمل ہے۔ کئی سال قبل میں اس ملک میں اعلیٰ طبی تعلیم کی غرض سے آیا تھا۔ ان سالوں میں بہت سے تجربات سے گزرنا پڑا اور ساتھی ڈاکٹروں (جن میں سے اکثریت پاکستان اور بھارت سے آئے ہوئے تھے) کے حالات کا قریب سے جائزہ لینے کا موقع ملا۔ اس کے علاوہ دوسرے مغربی ممالک میں بسنے والے احمدی اور غیر احمدی ڈاکٹروں سے بھی ملاقات کے مواقع ملتے رہے اور اس موضوع پر معلومات اکٹھی ہوتی رہیں۔

اس سلسلہ میں پہلی اور بنیادی بات تو یہ ہے کہ ہمارے نوجوانوں کو اپنے کیریئر (Career) کے بارہ میں دعا اور حضور اقدس اور والدین سے مشورہ اور رہنمائی سے بہت جلد فیصلہ کر لینا چاہئے کہ انہوں نے آئندہ زندگی میں کون سا شعبہ اختیار کرنا ہے۔ یہ فیصلہ اگر سکول کے زمانہ میں ہی ہو جائے، یعنی میٹرک سے پہلے تو پھر آئندہ کے لئے منصوبہ بندی آسان اور سود مند رہتی ہے اور وقت کا ضیاع اور غیر یقینی حالات سے بچا جا سکتا ہے۔ مجھے یہ بات تسلیم ہے کہ پاکستان میں اور تقریباً تیسری دنیا کے تمام ممالک میں ہی نوجوانوں کے لئے کیریئر ایڈوائس (Career Advice) کا کوئی نظام موجود نہ ہونے کے باعث طلباء کا بہت سا قیمتی وقت اور سرمایہ برباد ہو جاتا ہے۔ الحمد للہ کہ جماعت احمدیہ میں یہ ضیاع نسبتاً کم ہے لیکن بہتری کی گنجائش موجود ہے۔ تاہم مختلف علوم کے ماہرین کو چاہئے کہ اس سلسلے میں وہ اپنی خدمات جماعت کے میڈیا کو پیش کریں۔ اب تو الحمد للہ اس پہلو سے مسلم ٹیلیویژن احمدیہ اور الفضل انٹرنیشنل کے ذریعہ بھی بہت سی خدمات انجام دی جا سکتی ہیں۔

اس مختصر تمہید کے بعد اب میں میڈیکل کے طلباء اور نوجوان ڈاکٹروں کو چند عاجزانہ مشورے دینا چاہوں گا۔ طبی تعلیم کے شروع میں ہی ایک اہم سوال یہ ہوتا ہے کہ ایم بی بی ایس کی تکمیل پر کسی ڈاکٹر نے جنرل پریکٹس اختیار کرنی ہے یا طب کے کسی خاص شعبہ میں تخصص کی خاطر مزید اعلیٰ تعلیم حاصل کرنی ہے۔ اس سوال کا جلد جواب حد درجہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے لیکن یہ فیصلہ طبی تعلیم کے شروع کے پہلے یا دوسرے سال میں ہی کرنا دانشمندی ہوگی۔ لیکن یہ فیصلہ جیسا کہ تجربہ شاہد ہے آسان نہیں۔ ہمارے ملک پاکستان میں شروع میں تقریباً ۹۰ فیصد طلباء اور ان کے والدین کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کا بچہ مزید اعلیٰ تعلیم حاصل کرے۔ تاہم وقت گزرنے کے ساتھ معاشی اور معاشرتی حالات کے پیش نظر، یہ خواہش رکھنے والوں کی تعداد کم ہوتی جاتی ہے۔ ایم بی بی ایس مکمل کرنے پر تقریباً پچاس فیصد طلباء دونوں اطراف پر ہوتے ہیں۔ پھر فوراً جب عملی زندگی میں قدم رکھتے ہیں اور حالات کا خود تجربہ اور مشاہدہ کرنے کا موقع ملتا ہے اور حالات کے تھپیڑے پڑتے ہیں تو اعلیٰ تعلیم کی خواہش رکھنے والوں یا ایسا کرنے والوں کی تعداد بہت کم ہو کر تقریباً دس فیصد یا اس سے بھی کم رہ جاتی ہے۔ ایسا اپنے اپنے حالات کی وجہ سے ہوتا ہے نہ کہ ذہنی استعدادوں کی کمی کے باعث۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ پہلا اور بنیادی فیصلہ احمدی طلباء جلدی کریں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ فیصلہ کیسے کریں۔ ظاہر ہے کہ ہمارے مخصوص معاشرتی حالات کی وجہ سے ان کو یہ فیصلہ کرنے میں بہت دقت پیش آتی ہے اور گو کہ خود ان میں یہ فیصلہ کرنے کی اہلیت موجود ہوتی ہے مگر حالات کے دباؤ کی وجہ سے وہ یہ فیصلہ نہیں کر پاتے۔ میرا مطلب ہے کہ ہمارے ہاں اکثر والدین کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کے بچے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے تخصص (Specialization) کریں۔ پھر یہ بات بھی بہت اہم ہے کہ ہمارا معاشرہ بہت Status Conscious ہے۔ یہ بات نوجوان ذہنوں پر مزید اثر ڈالتی ہے۔ ان دو باتوں کے علاوہ مزید کچھ وجوہات بھی ہوتی ہیں جن کی وجہ سے بہت سے ایسے نوجوان جنہیں شروع میں ہی جنرل پریکٹس کے لئے محنت کرنی چاہئے اور اس رخ میں ہی تربیت حاصل کرنی چاہئے وہ نہ ادھر کے رہتے ہیں نہ ادھر کے۔ اس کے برعکس وہ طلباء جنہیں تخصص کے لئے محنت کرنی چاہئے وہ مناسب رہنمائی اور درست معلومات سے محرومی کے باعث بہت سا وقت ضائع کر دیتے ہیں۔

میرے خیال میں اگر طلباء اور ان کے والدین طبی تعلیم کے شروع میں ہی آپس کے تفصیلی مشورہ، دعا، استخارہ اور احمدی ماہرین کے مشورہ سے یہ مشکل فیصلہ طالب علم پر کسی قسم کا دباؤ ڈالے بغیر اس کے طبعی رجحان کو جانچتے ہوئے کر لیں تو بہت سی پیچیدگیوں سے جو بعد میں پیدا ہو جاتی ہیں چھٹکارا مل سکتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابل بیان ہے کہ ہر خاندان کو اپنے مالی حالات لازماً پیش نظر رکھنے ہونگے۔

اس مرحلہ پر جیسا کہ لکھا جا چکا ہے ماہرین کے مشورہ کو بھی زیر غور لانا چاہئے۔ یہاں یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ احمدی ماہرین کو چاہئے کہ وہ احمدی میڈیا کو اس نیکی کے کام کے لئے بغیر کسی باقاعدہ درخواست کے استعمال کریں اور ایسے مضامین لکھیں جن میں نوجوانوں کو ان کے مستقبل کے فیصلوں میں آسانی کے لئے رہنمائی فراہم کی گئی ہو اور جو ان کے تجربوں پر مشتمل ہوں تاکہ یہ خلا پر ہو سکے۔ ہر خاندان یا نوجوان کی ذاتی رسائی تو ماہرین تک ممکن نہیں لیکن جہاں ایسا ہوتا ہے وہاں پر اس سہولت سے استفادہ کرنا چاہئے۔

اس عاجز کے خیال میں ماہرین کے لئے یہ ثواب کا موقع ہے بلکہ در حقیقت تو یہ ان کی بھاری ذمہ داری ہے جو ان کو بہر حال توجہ اور محنت سے ادا کرنی ہوگی۔ پہلے تو کہا جاتا تھا کہ احمدی ماہرین اور نوجوان مستقبل کے رہنما ہیں لیکن اب یہ کہا جا سکتا ہے وہ حال کے رہنما بن گئے ہیں اور احمدیت میں اور احمدیت سے باہر سعید روحوں کی کامیابی کی راہوں کی طرف رہنمائی اگر جماعت احمدیہ نہیں کرے گی تو پھر اور کون کرے گا۔ گزشتہ چند دہائیوں کے حالات یہ بات ثابت کر رہے ہیں کہ دنیا والوں کا میڈیا نوجوانوں کو لہو و لعب کے سوا کچھ نہیں دے سکا ایسے میں خدا تعالیٰ ہمیں اپنی بھاری ذمہ داریاں سمجھنے اور انہیں کما حقہ نبھانے کی توفیق بخشے۔

دنیا کے حالات جس تیزی سے بدل رہے ہیں احمدی طلباء کے لئے اور بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے فیصلے جلد کریں اور میڈیکل کے شعبہ کے لئے یہ بات کیوں اور بھی ضروری ہے یہ آئندہ کی سطور میں مزید واضح ہو جائے گا۔ اب خاکسار اپنے علم کے مطابق طب کی اعلیٰ تعلیم اور ٹریننگ کے متعلق مندرجہ ذیل ممالک کے حالات سے آگاہ کرے گا۔

۱۔ برطانیہ، ۲۔ امریکہ، ۳۔ آئرلینڈ۔

ان ممالک کے علاوہ بھی دنیا کے عمومی حالات جو کہ اعلیٰ تعلیم کے حصول میں ممد ہو سکتے ہیں ان کا ذکر بھی چلے گا۔ پاکستانی طلباء پاکستان کی اعلیٰ ڈگری یعنی F.C.P.S. حاصل کرنے کے ذرائع اور معلومات سے واقف ہونگے اور اسی طرح بھارت کے احمدی نوجوان ڈاکٹرز بھارت کی ایم۔ ڈی سے واقفیت رکھتے ہونگے لہٰذا ان دو ممالک کی ڈگریاں تفصیلاً زیر بحث نہیں آئیں گی اور جہاں بھی ضروری ہو گا ان کا موازنہ مختصراً کر دیا جائے گا۔ مزید بر آں جو احمدی ڈاکٹرز مندرجہ بالا دو ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں وہ مقامی طور پر نوجوان ڈاکٹروں کی رہنمائی کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔

برطانیہ

یہاں پر مندرجہ ذیل تین طریقے رائج ہیں:۔

۱۔ پلیب (PLAB) Professional and Linguistics Assesment Board کا مخفف ہے۔

۲۔ او۔ ڈی۔ ٹی۔ ایس O.D.T.S. Overseas Doctors Training Scheme کا مخفف ہے۔

۳۔ ٹرپل سکاٹش امتحان (Tripple Scotish)

۱۔ PLAB :۔ یہ امتحان سمندر پار ڈاکٹروں کے لئے برطانیہ میں جنرل میڈیکل کونسل منعقد کرتی ہے۔ جنرل میڈیکل کونسل (G.M.C.) برطانیہ میں تمام پیشہ ور ڈاکٹروں کی گورننگ باڈی ہے اور اس ملک میں بطور ڈاکٹر کام کرنے کے لئے جی ایم سی سے رجسٹر ہونا ضروری ہے۔ مندرجہ ذیل ڈاکٹروں کو پلیب دینے کی اجازت دی جاتی ہے:۔

(۱)۔ وہ جنہوں نے ایم بی بی ایس کے بعد ایک سال ہاؤس جاب مکمل کر لیا ہو جس میں چھ ماہ میڈیسن اور چھ ماہ جنرل سرجری شامل ہو۔

(۲)۔ یا جنہوں نے ایم بی بی ایس کے بعد مسلسل دو سال جنرل میڈیسن میں کام کیا ہو۔

اس سلسلہ میں یہ بات یاد رہے کہ جی ایم سی اپنے قواعد و ضوابط میں تقریباً ہر سال تبدیلی کرتی ہے۔ بعض اوقات اور تھوپیڈک وغیرہ کے ایک سال کے تجربہ کو جنرل سرجری کے چھ ماہ کے برابر قبول کر لیا جاتا ہے۔ لہٰذا تازہ ترین قواعد ڈاکٹروں کو جی ایم سی سے براہ راست منگوانے ہونگے۔ جی ایم سی کا پتہ آپ کو مہیا کر دیا جائے گا۔

پلیب تقریباً ہر ماہ منعقد ہوتا ہے۔ لندن، ایڈنبرا یا گلاسگو میں سے ایک جگہ باری باری ہوتا ہے۔ اس کی فیس آج کل ۳۲۵ پونڈ ہے۔ اس میں ہر سال تقریباً ۲۵ سے ۵۰ پونڈ کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ داخلے کا فارم اور دوسری ضروری معلومات جی ایم سی سے مل سکتے ہیں۔ داخلے کا فارم اور فیس بھجوانے کے بعد امتحان کی تاریخ ملتی ہے جو عموماً چھ یا نو ماہ بعد کی ہوتی ہے۔ جب فیس وغیرہ بھر چکیں تو جی ایم سی امتحان میں داخلے کا اجازت نامہ بھجواتی ہے۔ اس اجازت نامہ کو دکھا کر برطانوی ویزہ کے لئے درخواست دی جاتی ہے۔

اس امتحان کا معیار برطانوی ہسپتالوں میں کام کرنے والے سینئر ہاؤس آفیسر کے معیار کے مطابق بیان کیا جاتا ہے۔ اس امتحان کے مندرجہ ذیل چھ حصے ہوتے ہیں:۔

(۱) M.C.Q کا پرچہ۔
(۲) انگریزی زبان کی سماعت کا ٹسٹ (ٹیپ ریکارڈ شدہ)
(۳) Clinical Problem Solving Exam.
(۴) انگریزی زبان کا تحریری امتحان (معمولی یا متوسط درجہ کا)
(۵) Slides Exam
(۶) Viva Exam (زبانی امتحان)

ہر حصہ میں علیحدہ پاس ہونا ضروری ہے۔ کسی ایک حصہ میں ناکام ہونے کی صورت میں تمام حصوں کا امتحان دوبارہ دینا پڑتا ہے۔

پلیب (Plab) کے فوائد

(۱) اس کے پاس کرنے پر جی ایم سی چار پانچ سال کے لئے "محدود رجسٹریشن" دے دیتی ہے۔ اس کی بنیاد پر برطانوی ہسپتالوں میں کام کے لئے درخواستیں دینے کی اجازت مل جاتی ہے۔

(۲) یہاں کے ہسپتالوں میں کام کرتے ہوئے (جس کے عوض حکومت کی مقرر کردہ تنخواہ ملتی ہے) ایک ڈاکٹر اپنا اعلیٰ امتحان F.R.C.S. or M.R.C.P. نسبتاً آسانی سے مکمل کر لیتا ہے۔ اس کو آپ On Job Training کہہ سکتے ہیں۔

(۳) کام مل جائے تو تنخواہ اتنی ہی ملتی ہے جتنی مقامی ڈاکٹرز کو ادا کی جاتی ہے۔

(۴) محنتی ڈاکٹر کے لئے جسے خوش قسمتی سے مناسب رہنمائی بھی میسر آ جائے یہ نسبتاً آسان امتحان ہے۔

پلیب (Plab) کی مشکلات

(۱) فیس زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

(۲) فیل ہونے والوں کی نسبت ۷۵ فیصد کے لگ بھگ بیان کی جاتی ہے (واللہ اعلم)

(۳) امتحان میں ظاہر ہے برطانوی طرز علاج وغیرہ پوچھا جاتا ہے اور یہاں کام کئے بغیر اس کا جاننا آسان نہیں۔

NEW AND SECOND-HAND SPARES
SPECIALISTS IN JAPANESE CARS ALL MODELS
TJ AUTO SPARES

376 ILFORD LANE,
ILFORD, ESSEX
081 478 7851

(۴) پلیب پاس کر لینے پر آپ کو اپنی محنت و کوشش سے جاب تلاش کرنا ہوتا ہے اور مقامی ڈاکٹرز کے مقابلہ کی وجہ سے یہ آسان نہیں۔

(۵) پلیب پاس کر لینے پر صرف چار سال کا ویزہ ملتا ہے جس کے اختتام پر خواہ آپ نے اپنے مقاصد حاصل کر لئے ہوں یا اس کے برعکس، آپ کو مزید ویزہ نہیں دیا جائے گا۔ (یہ قانون ۱۹۸۵ء میں پاس ہوا اور ۱۹۸۹ء میں لاگو ہوا)

اب اوپر بیان کردہ حقائق کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔ پچھلے پانچ سالوں میں برطانیہ کی نظامت صحت میں زبردست تبدیلیاں آچکی ہیں۔ پورا نظام زبردست اکھاڑ پچھاڑ کا شکار ہے۔ نیشنل ہیلتھ سروس (یعنی ہر شہری کے لئے قطعی مفت تمام تر علاج بذمہ حکومت) کو اب آہستہ آہستہ نجی ہاتھوں میں منتقل کیا جارہا ہے۔ حکومت اور ہسپتال اس بات کی نفی کرتے آئے ہیں اور ابھی تک گو کہ عوام کو مفت علاج ہی میسر ہے مگر حالات ایسے پیدا کئے جارہے ہیں کہ عام لوگ آخر کار اس "مفت طریقہ علاج" سے تنگ آ جائیں اور کسی قدر امریکی طرز کے نظام صحت کو رائج کر دیا جائے۔ جس کی بنیاد انشورنس وغیرہ پر ہے۔ ان حالات میں تمام ڈاکٹرز بھی نئے حالات سے متاثر ہیں اور سمندر پار ڈاکٹرز کا تو کوئی پرسان حال ہی نہیں رہا۔ جاب کے مواقع تو ہیں مگر کس قسم کے جاب اور ٹریننگ میسر ہیں یہ ہم اب دیکھیں گے۔ اصولاً تو یہ ہونا چاہئے کہ باہر کے نوجوان ڈاکٹر کو جس نے پلیب پاس کر لیا ہے کسی ایسے جاب پر لگایا جائے جہاں اس کو اعلیٰ ٹریننگ میسر آئے اور اس کی بنیاد پر وہ جلد ہی اپنا اعلیٰ امتحان پاس کر کے اور مزید ٹریننگ حاصل کر کے اپنے ملک روانہ ہو جائے۔ یہاں یہ بات مکرر عرض کی جارہی ہے کہ اعلیٰ امتحان پاس کرنے کے لئے یہ بات از حد اہمیت کی حامل ہے کہ جاب اپنے شعبہ میں اچھے ہسپتال اور اچھے سینئر ڈاکٹر، جو کہ اعلیٰ تربیت دینے کی اہلیت رکھتا ہو، کی زیر نگرانی ہو۔ تاہم بدقسمتی سے ایسا صرف ۵ سے ۱۰ فیصد ہی سمندر پار ڈاکٹرز کے ساتھ ہوتا ہے۔ یعنی ۹۰ فیصد سے زائد ڈاکٹرز یہاں آکر پھنس جاتے ہیں۔ مثلاً اپنی پسند کے شعبوں میں کام کرنے کے مواقع ملنے کی بجائے وہ اکثر ایسی جگہ جاب حاصل کر پاتے ہیں جہاں تربیت و تعلیم و رہنمائی نامی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اس کی سب سے بڑی مثال (Geriatrics) کے شعبہ کی ہے۔ جو ایک بار شروع میں (چاہے مجبوری سے کہ مالی حالات نے دباؤ ڈالا وغیرہ) یہاں پھنس گیا وہ پھر نکل نہیں سکا۔ نتیجۃً اعلیٰ امتحان کی تیاری نہیں ہو سکتی اور جس مقصد کے لئے یہاں آنا ہوتا ہے وہ پس منظر میں چلا جاتا ہے اور وقت گزرتے دیر نہیں لگتی اور پھر لاینحل مسائل میں پھنستا چلا جاتا ہے۔ ایک تو پہلے ہی ہمارے ڈاکٹرز اپنے گھروں وغیرہ کے مسائل کی وجہ سے دیر سے اعلیٰ تعلیم کا ارادہ بنا سکتے ہیں اور پھر دوسرا یہاں کے مسائل اور دیری سے مل کر بڑھتی ہوئی عمر کا فیکٹر بھی غیر معمولی اثر دکھانا شروع کر دیتا ہے۔ جنہوں نے شادی نہیں کی ہوتی ان کے اس فریضہ میں غیر معمولی دیر ہو جاتی ہے۔ جو لوگ گھر بار والے ہوتے ہیں ان کے لئے اپنے جاب اور امتحان کے زبردست دباؤ کے ساتھ ساتھ ایک غیر معاشرے میں گھر کے حقوق ادا کرنے میں بے حد دشواری پیش آتی ہے۔ یہ حالات تو پہلے بھی کسی قدر ڈاکٹرز کو پیش آتے تھے مگر گزشتہ پانچ سال کے عرصہ میں تو ۷۰ فیصد ڈاکٹرز ان حالات کا شکار ہوتے دیکھے گئے ہیں۔

یہاں پر ایک اور بات عرض کرتا چلوں کہ سب سے زیادہ خراب حالات جنرل میڈیسن کے شعبہ میں ہیں۔ گو کہ دوسرے شعبوں کا فرق اس سے زیادہ نہیں۔ ایسے شعبے جن پر دباؤ کم ہے (یعنی جن میں Less Demand ہے) ان میں حالات کچھ بہتر دکھائی دیں گے۔ ایسے شعبوں سے ڈاکٹر صاحبان واقف ہونگے۔

اب ہم دوسرے طریقے کار یعنی O.D.T.S. اور ٹرپل سکاٹش امتحان پر مختصراً روشنی ڈالیں گے۔ (O.D.T.S.) میں شامل ہونے سے پلیب امتحان دینے سے بچا جا سکتا ہے۔ اس میں وہ ڈاکٹر شامل ہو سکتے ہیں جنہوں نے لگاتار تین سال اپنے ملک اور اپنے شعبے میں کام کیا ہو۔ پھر ان کا ہسپتال اور ان کا سینئر ڈاکٹر انہیں سپانسر کرے اور یہ سب کچھ رائل کالج آف فزیشنز آف یو۔ کے۔، قبول کر کے اس ڈاکٹر کو ویٹنگ لسٹ پر ڈال لے۔ گویا یہ کام بھی تقریباً مزید دو تین سال کا (Process) ہے۔ آج کل معلوم ہوا ہے کہ ویٹنگ لسٹ اتنی لمبی ہو گئی ہے کہ رائل کالج نے یہ سکیم فی الحال معطل کر دی ہے۔ ٹرپل سکاٹش بھی ایک پلیب کی طرز کا مگر زیادہ وسیع اور نسبتاً مشکل امتحان ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس کو پاس کرنے کے بعد جی۔ ایم۔ سی۔ محدود کی بجائے فل رجسٹریشن دے دیتی ہے۔ گو کہ ہوم آفس پھر بھی چار سال سے زیادہ کا ویزا نہیں دیتا۔ اپریل ۱۹۸۵ء سے پہلے برطانیہ آنے والے ڈاکٹروں کو یہاں چار سال کام کرنے کے بعد غیر محدود ویزا مل جایا کرتا تھا اور پھر مزید ایک سال کے بعد یہاں کی شہریت کے حقدار ہو جاتے تھے مگر اب یہ رستہ بند کر دیا گیا ہے۔

اوپر بیان کردہ تین راستوں کے علاوہ بھی ایک راستہ کچھ ڈاکٹرز نے اپنایا تھا اور یہ اب بھی موجود ہے کہ پلیب یا او۔ ڈی۔ ٹی۔ ایس کے بغیر ہی اس ملک میں اعلیٰ امتحان دینے کی تاریخوں میں آکر صرف امتحان دے کر واپس لوٹ جائیں۔ اس ملک میں کام کئے بغیر یہاں کے امتحان پاس کرنا بے حد مشکل امر ہے۔ بہت کم ڈاکٹرز ایسا کر پائے ہیں اور سوائے غیر معمولی اہلیت، اعتماد اور خوش قسمت ڈاکٹرز کے اس طریقہ کار کو استعمال کرنا بے حد خطرناک ہے۔ کیونکہ فیل ہونے کی صورت میں (اور یاد رہے کہ پوسٹ گریجوئیٹ امتحانوں میں فیل ہونا تقریباً روٹین معاملہ ہے) بے حد مشکل حالات اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ آتے وہ اس نیت سے ہیں کہ چند دنوں میں پاس ہو کر واپس چلے جائیں گے۔ اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا مگر دوسری صورت میں واپسی کے قابل نہیں رہتے اور پھر یہاں رہنا بے حد مشکل مرحلہ ہوتا ہے کیونکہ یہاں جاب کے بغیر رہنا تقریباً ناممکن امر ہے۔ خواہ کتنا ہی قریبی عزیز یہاں رہتا ہو اس سے بہت سی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور غیر معمولی اور بعض صورتوں میں ناقابل برداشت ذہنی، نفسیاتی اور معاشرتی دباؤ کا موجب ہوتی ہیں۔ لہٰذا اس آخری طریقہ سے اجتناب بہتر ہے۔

مختصراً برطانیہ میں اعلیٰ ٹریننگ اور ڈگری کے حصول کے لئے آنے کا نسبتاً بہتر طریقہ پلیب ہی ہے۔ گو اس کے ساتھ بھی بہت سی مشکلات لگی ہوئی ہیں۔ آئیڈیل حالات میں ایک ڈاکٹر کو اپنے ملک میں ایک سال کا ہاؤس جاب مکمل کرنے کے فوراً بعد یہاں آکر پلیب دے دینا چاہئے۔ اس امتحان کی تیاری ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ فائنل ایئر اور ہاؤس جاب کے دوران مکمل کر لینی چاہئے۔ اس کے ساتھ ساتھ بہت سے پیسے کا انتظام بھی کرنا چاہئے کہ اگر خدانخواستہ پہلی دفعہ پلیب پاس نہ ہو تو دوسری دفعہ دینے کی اجازت ملنے تک ۶ ماہ سے ایک سال کا عرصہ ہوتا ہے۔ ٹکٹ کا خرچ، امتحان کی فیس اور یہاں رہائش کا خرچ کا اندازہ کر کے آنا چاہئے۔ ایک بات اور بھی قابل بیان ہے کہ عمومی حالات میں یہاں کسی قریبی عزیز یا رشتہ دار اور دوست کے ہاں ٹھہرنے سے اپنا انتظام کر لینا بہت زیادہ احسن ہے، (سوائے چند دنوں کے) اور پھر خاص طور پر ایسے حالات میں جب کہ اس عزیز کو اپنے ملک سے آنے سے پہلے آپ نے سارے حالات کھول کر نہ بتا دئے ہوں اور لمبے عرصہ کے قیام کے لئے ان سے پہلے ہی اجازت نہ طلب کر لی ہو۔ ایسا نہ کرنے یا غیر ضروری خوش فہمی میں رہنے سے تکالیف ناقابل بیان ہو سکتی ہیں۔ جو لوگ ان مرحلوں سے گزرتے ہیں اور ان سے سوال کیا جاتا ہے کہ انہوں نے پہلے ہی سے کوئی اور راستہ کیوں نہ سوچا ہوا تھا تو جواب یہی ہوتا ہے کہ انہیں مکمل معلومات نہیں تھیں (اور یہی اس مضمون کے لکھے جانے کی ایک اہم وجہ ہے)۔

ایک اور گروہ کا ذکر بھی یہاں بے جانہ ہوگا۔ کچھ لوگ صرف اسی نیت سے آتے ہیں کہ چار سال کے اندر وہ اپنا امتحان وغیرہ مکمل کر کے واپس اپنے ملک لوٹ جائیں گے لیکن بعد میں جائز مجبوریوں کے پیش نظر وہ واپسی اختیار نہیں کر سکتے یا اپنا پروگرام تبدیل کر کے یہیں سکونت اختیار کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ایسے ڈاکٹرز کے لئے برطانیہ میں نیا قانون، جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے لاگو ہونے کے بعد کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔

آئر لینڈ میں رائج طریقہ تعلیم

آئر لینڈ میں رجسٹریشن کے لئے کوئی امتحان رائج نہیں۔ وہاں کی رجسٹریشن کونسل کے کچھ مطالبات پورے کرنے پر آپ کو رجسٹریشن مل جاتی ہے۔ اس سارے کام پر البتہ وقت خرچ ہوتا ہے۔ وہ کئی قسم کے سرٹیفیکیٹ مانگتے ہیں جو کہ اپنے ملک اور اپنے کالج سے بنوا کر انہیں بھجوانے ہوتے ہیں اور ساتھ ہی ان کی فیس جو آجکل غالباً ۳۳۰ پونڈ کے لگ بھگ ہے۔ (ان کی ضروریات براہ راست ان کو لکھ کر منگوائی جا سکتی ہیں۔ پتہ آخر میں لکھ دیا جائے گا)

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ گو رجسٹریشن جاب اور امتحان کے مراحل نسبتاً آسان ہیں مگر وہاں جس طرح کی ٹریننگ وغیرہ کی خاطر آپ جارہے ہیں وہ پہلے سے معلوم کر لینی چاہئے کہ موجود ہے یا نہیں۔ بہت سے ڈاکٹر صاحبان گھر سے چلتے وقت اس اہم حقیقت سے واقف نہیں ہوتے کہ ٹریننگ بھی اتنی ہی اہم ہے جتنا کہ جاب۔ پہلے پہل ان کا خیال ہوتا ہے کہ صرف امتحان پاس کر کے اور ڈگری لے کر واپس آ جائیں گے مگر جب دوسرے ملک میں جدید سہولتوں وغیرہ سے پالا پڑتا ہے تو پھر سمجھ میں آتا ہے کہ ٹریننگ کے بغیر آجکل ڈگری بے کار ہے۔ یہ بات آئر لینڈ کے لئے اور بھی زیادہ درست ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ ڈاکٹرز آئر لینڈ سے ڈگری لینے کے بعد مزید کئی سال برطانیہ میں کام کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں۔ اس میں زیادہ وقت لگ جاتا ہے۔ آئر لینڈ سے "ایم۔ آر۔ سی۔ پی" یا "ایف۔ آر۔ سی۔ ایس" کرنے کے بعد برطانیہ کی جی۔ ایم۔ سی چار سال کی رجسٹریشن بغیر پلیب وغیرہ کے دے دیتی ہے۔

امریکہ میں طرز تعلیم

امریکہ میں رجسٹریشن (Certification) کے لئے ان کا امتحان USMLE پاس کرنا ضروری ہے۔ عموماً اس کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ غالباً ابھی تک یہ امتحان پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش میں منعقد نہیں ہوتا۔ اس کے پیش رو یعنی FMGEMS کے پاکستان میں دو مراکز تھے (کراچی اور لاہور)۔ پاکستان وغیرہ سے قریبی جگہ غالباً کویت ہے جہاں اس کا مرکز ہے لیکن ممکن ہے وہاں پر صرف مقامی لوگوں کو امتحان دینے کی اجازت ہو۔ حتمی معلومات براہ راست آخر میں دئے ہوئے پتہ سے معلوم کی جا سکتی ہیں۔ اس امتحان کے تین حصے ہیں پہلے دو حصے پاس کرنے پر امریکہ میں کام کرنے کی اجازت مل جاتی ہے مگر سات سال کی مدت سے زیادہ نہیں۔ جو لوگ وہاں مستقل رہائش اختیار کرنے کے خواہش مند ہوں ان کو پھر دو سال کے لئے امریکہ چھوڑنا ہوتا ہے اور پھر غالباً داخلہ ہو سکتا ہے۔ امتحان کا تیسرا مرحلہ پاس کرنے والوں کے لئے غالباً استثنائی صورت موجود ہے۔ بہر کیف سات سال تک میڈیکل کی اعلیٰ تعلیم و ٹریننگ حاصل کی جا سکتی ہے۔ (کم سے کم صورت میں بھی)۔ اس مدت کے لئے جاری کئے گئے ویزا کو جے ون (J—1) ویزا کہتے ہیں۔ کچھ ڈاکٹروں کو استثنائی صورت میں مستقل ویزا (H—1) بھی مل سکتا ہے۔

آیئے اب ان ملکوں کا آپس کا موازنہ کریں۔ یہ بات یاد رہے کہ خاکسار طبی نقطہ نگاہ سے بحث کرے گا۔ معاشرے کے دوسرے عوامل پر بحث کی یہاں

SUPPLIERS OF
CATERING MATERIAL
FOR WEDDINGS,
PARTIES AND OTHER
SOCIAL FUNCTIONS
ABBA

CATERING SUPPLIES
081 574 8275
081 843 9797

OPEN 7 DAYS A WEEK FOR
FREE DELIVERY
081-877 0469/1040
PIZZA
PASTA
BURGERS
MILK SHAKES
FRIED CHICKEN
ARNEY'S
164 GARRAT LANE,
LONDON SW18 4DA
SPECIALISTS IN HOME
DELIVERY

گنجائش نہیں یا یہ کہہ لیجئے کہ خاکسار اس پوزیشن میں نہیں کہ ان نکات پر روشنی ڈالے۔

سائنس کے اکثر دوسرے شعبوں کی طرح طب کے میدان میں بھی اس وقت امریکہ کافی آگے ہے۔ زیادہ تر تحقیق وہیں پر ہوتی ہے۔ نوجوان ڈاکٹروں کی ٹریننگ کو جس طرح امریکہ نے گزشتہ کئی سال میں بہتر بنایا ہے اس طرح دوسرے ممالک نہیں کر سکے اور بالخصوص سمندر پار ڈاکٹروں کے حقوق اور ٹریننگ کو بھی تقریباً اتنی ہی اہمیت دی گئی ہے جتنی مقامی ڈاکٹرز کو (تاہم ۱۰۰ ٪ برابر نہیں ہو سکتا)۔ پھر یہ بھی کہ امریکہ بہت بڑا ملک ہے لہٰذا وہاں مواقع بھی زیادہ ہیں۔ مندرجہ ذیل وجوہات کی بنیاد پر امریکی امتحان "یو ایس ایم ایل ای"، بھی پلیب کی نسبتاً آسان ہے

(۱) یہ امریکہ سے باہر رہ کر بھی دیا جا سکتا ہے۔ (امید ہے کہ جلد پاکستان میں اس کا مرکز قائم ہو جائے گا)۔

(۲) اس میں منفی نمبر نہیں لگائے جاتے۔

(۳) صرف MCQS ہوتے ہیں۔

(۴) اس کا انگریزی کا امتحان نسبتاً آسان ہے۔

(۵) اس میں زبانی امتحان (Viva) نہیں ہوتا لہٰذا ہر امیدوار کو برابر کے مواقع میسر ہوتے ہیں۔

(۶) اس کو پاس کرنے کے لئے امریکہ کے ہسپتالوں میں کام کرنے کا تجربہ ضروری نہیں۔

(۷) اس کے لئے مخصوص کتب موجود ہیں اور ہر جگہ دستیاب ہیں۔

پھر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ اس کو پاس کرنے کے بعد اچھی ٹریننگ والا جاب ملنا برطانیہ کی نسبت آسان ہے اور آپ "پھنس" نہیں جاتے۔ جہاں جاب ملے گا وہاں آپ کی ٹریننگ پر پوری توجہ دی جائے گی اور آپ کو ساری سہولتوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت ہوگی۔ پھر یہ بھی کہ سات سال کے عرصہ میں سے عموماً چار سال کا ایک جاب ہوگا اور تین سال کا دوسرا۔ (برطانیہ میں اس کے برعکس بہت سے لوگ اپنی غیر پسند کی جاب پر در بدر کی ٹھوکریں کھاتے ہیں یعنی چھوٹے عرصہ کے جاب کرنے پڑتے ہیں جو چند دن سے لے کر چند ماہ تک کے ہوتے ہیں)۔

اب امریکی تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھئے۔ وہاں کا معاشرہ نسبتاً زیادہ آزاد ہے۔ امریکی امتحان پاس کر کے اور جاب آفر لے کر بھی امریکی ویزا کا انکار ہو سکتا ہے۔

یہ بھی بتاتا چلوں کہ USMLE کا پہلا مرحلہ میڈیکل سٹوڈنٹ اپنے دوسرے سال کی تعلیم کے اختتام پر بھی دے سکتے ہیں اور دوسرا مرحلہ پانچویں سال کے دوران کسی بھی وقت۔ یہ بہت بڑی سہولت ہے اور وقت کی غیر معمولی بچت۔ اس سے امریکی ڈاکٹروں کے مقابلہ میں ایک دن بھی ضائع کئے بغیر ہمارے ڈاکٹرز ان کی دوڑ میں شامل ہو سکتے ہیں۔

برطانیہ میں عام اندازہ کے مطابق اب تک اوسطاً ہمارے نوجوان ڈاکٹرز تین سے سات سال یا اس سے بھی زیادہ کا ضیاع کرنے پر مجبور رہے ہیں اور اب تو حالات شائد مزید خراب ہو جائیں۔

اس بحث کے بعد پڑھنے والوں پر واضح ہو جائے گا کہ ڈاکٹری کی اعلیٰ تعلیم و ٹریننگ کے لئے غالباً دو ہی ذریعے رہ گئے ہیں۔ ایک یہ کہ اپنے ملک کی اعلیٰ ڈگری پر اکتفا کیا جائے یا پھر دوسرا ذریعہ امریکی تعلیم کا ہے۔ باقی ذرائع نسبتاً بہت مشکل ہو گئے ہیں۔

اب آخر میں یہی عرض ہے کہ نوجوان اور ان کے والدین بہت شروع شروع میں نوجوانوں کے مستقبل کا فیصلہ کر لیں اور اس پر مضبوطی سے اللہ پر توکل کر کے قائم ہو جائیں۔ جنرل پریکٹس یا مزید تعلیم پہلا فیصلہ ہے۔ پھر ان ذرائع کا اختیار کرنا جن کا ذکر کیا گیا ہے۔

آخر میں کچھ ضروری پتہ جات دئے جا رہے ہیں:۔

(۱) پلیب سے متعلق معلومات کے لئے مندرجہ ذیل پتہ پر لکھیں:۔

The General Medical Council
Overseas Registration Division
44 Hallam Street
LONDON
W1N 6AE
U. K.
Phone:- 071-580-7642

(۲) آئر لینڈ میں رجسٹریشن کے لئے معلومات لینی ہوں تو مندرجہ ذیل پتہ پر خط لکھیں:۔

The Medical Council
8 Lower Hatch Street
DUBLIN - 2
IRELAND
Phone:- 661 - 3622

(۳) امریکی امتحان سے متعلق معلومات کے لئے پتہ:۔

ECFMG
3624 Market Street
4th Floor
Philadelphia Pha. 19104-2685
U. S. A.
Phone:- 215-386-5900
Cable:- Edcouncil Pha.
Telex:- 710-670-1020 (ECFMG PHA)

(۴) او۔ ڈی۔ ٹی۔ ایس۔ کی معلومات کے لئے پتہ:۔

The Royal College of Physicians
Overseas Liaison
11 St. Andrews Place
Regents Park
LONDON NW1 4LE
U. K.
Phone:- 071-935-1174
Fax:- 071-487-4156

یہ معلومات خاکسار کی ذاتی کاوش کا نتیجہ ہیں اور خیالات میرے اپنے۔ ہر شخص کے اپنے حالات ہوتے ہیں اور استثنائی صورتیں ہو سکتی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔
"یاد رکھو وعظوں سے کچھ نہیں بنتا جب تک ساتھ دعا اور عملی نمونہ نہ ہو۔ پھر جس قدر مولوی سر کھپاتے ہیں مگر خاک بھی اثر نہیں ہوتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ جو کچھ کہتے ہیں ان کا خود اس پر عمل نہیں۔ جتنے پیغمبر دنیا میں آئے ان میں سے کسی نے بھی وعظوں پر اتنا سر نہیں مارا جتنا دعا اور عملی نمونہ کام دیتا ہے۔ سو اسے لانے کی کوشش کرو"۔
(ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۳۱۳)

سیرت المہدیؑ کا ایک ورق

ذیل میں حضرت حافظ محمد ابراہیم صاحب رضی اللہ عنہ کی بیان فرمودہ روایات میں سے بعض درج کی جاتی ہیں جو اخبار الحکم، قادیان، ۲۱ مارچ ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئیں۔ (مدیر)

ایک دفعہ حضورؑ کی مجلس میں ایک شخص لکھنؤ سے آیا اور اس نے مقابلہ کی خواہش کی اور کہا کہ میں آپ کو آپ کے دعوئی میں جھوٹا ثابت کروں گا۔ حضورؑ نے اس کی سخت کلامی سن کر فرمایا:۔

"میرے دلائل تو متقیوں پر اثر کرتے ہیں"۔

وہ کہنے لگا کہ آپ نے اتنا بڑا دعویٰ کر دیا۔ مگر آپ قاف کا تلفظ تک صحیح ادا نہیں کر سکتے۔

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہیدؓ حضور کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ یہ سن کر غصے میں آ گئے اور اسے مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ مگر حضورؑ نے منع فرمایا اور فرمایا کہ سید صاحب بھی ہمارے مہمان ہیں اور آپ بھی ہمارے مہمان ہیں اور میں درمیان میں صلح کرنے والا ہوں۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ اچھا آپ نے عربی پڑھی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ پھر فرمایا کہ حدیث بھی پڑھی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ پھر فرمایا کہ آپ نے وہ حدیث نہیں پڑھی جس میں لکھا ہے کہ مہدی کی زبان میں ثقل ہوگا۔ اس پر وہ مان گیا اور بیعت کی اور آپ کی مدح میں قصیدہ لکھا۔ اس شخص کا نام مولوی یوسف خاں تھا۔

میں آنکھوں سے معذور تھا۔ ظاہری وجاہت نہ تھی مگر حضورؑ کی محبت اور اخلاق کے قربان جاؤں۔ میں نے آپ کے اخلاق کا جو مقام دیکھا وہ پھر کسی انسان کا نہ دیکھا۔ ایک دفعہ میں حضور کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ کمرہ چھوٹا تھا اور احباب بھرے ہوئے تھے۔ جگہ تنگ تھی......اس لئے میں جوتیوں ہی میں بیٹھ جانے لگا۔ حضور نے مجھے دیکھ کر آگے بلوالیا اور اس سے بڑھ کر یہ شفقت کی کہ اپنے پاس بٹھا لیا اور فرمایا کہ یہاں جگہ ہے۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہوا۔ مسجد مبارک تنگ تھی، چھ آدمی کھڑے ہوتے تھے۔ عشاء کی نماز کا وقت تھا۔ جب جماعت کھڑی ہونے لگی تو میں تنگی کے خیال سے پیچھے ہٹنے لگا مگر آپ نے میرا بازو پکڑ کر پاس کھڑا کر لیا۔

آپ یہ خیال نہ کریں کہ حضورؑ کی شفقت کے یہی ایک دو واقعات ہیں۔ ہر شخص کی ذات کے ساتھ حضور کے وہ احسانات بے کراں ہیں جن کا شمار بھی نہیں کیا جا سکتا۔

میں ایک دفعہ عیدالفطر کے موقعہ پر قادیان آیا۔ میں ابھی مسجد کے باہر ہی تھا۔ اور حضور مسجد کے اندر تھے۔ میں نے اندر جانے کی کوشش کی۔ حضورؑ نے دیکھ کر فرمایا:۔

"حافظ صاحب آپ وہیں ٹھہریں میں آتا ہوں"۔

ایک دفعہ سیر میں حضور کے ساتھ میں بھی تھا۔ حضور فرمانے لگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو ساتھ لے کر جنگلوں کی طرف چلتے تھے۔ اس لئے ہم بھی اپنے صحابہ کو لے کر چلتے ہیں تاکہ وہ سنت پوری ہو جائے۔

ایک دن ایک شخص آیا۔ اس نے حضورؑ کو رقعہ لکھا کہ میں چالیس دن یہاں ٹھہروں گا اور میں نشان کا طالب ہوں۔ حضور نے اسے بلایا اور فرمایا ممکن ہے اس عرصہ میں نشان ظاہر ہو مگر تم اسے نشان نہ مانو۔ دیکھو تیس سال سے ہم نے لکھ دیا کہ تیرے پاس دور دور سے لوگ آئیں گے۔ آپ ہی بتائیں کہ کیا ہم نے آپ کو کرایہ بھیجا یا یہاں آپ کو کوئی کام تھا۔ آپ کو کس نے بلایا۔ کیا اس پیش گوئی کے آپ مصداق نہیں ہیں۔ اس موضوع پر آپ نے زبردست تقریر فرمائی تھی۔

یہی نشان حضورؑ نے اس امریکن پادری کو دیا تھا جو بمع اپنی میم کے امریکہ سے آیا تھا۔ جب اس نے نشان کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا تھا کہ آپ میرے الہام کے مطابق یہاں آئے ہیں۔

ایک دفعہ ایک شخص پشاور سے آیا۔ حضورؑ کی مجلس میں جب لوگ بیٹھتے تھے تو پروانہ کی طرح گرتے تھے۔ اور ہر شخص کی خواہش ہوتی تھی کہ وہ کسی طرح آگے بڑھ کر حضورؑ کے قریب جگہ پا سکے اور حضور کے منہ سے نکلے ہوئے کلمات سن سکے اور تازہ وحی سے اپنی روح کو غذا دے سکے۔ چنانچہ اس دن حضرت اقدس مغرب کی نماز کے بعد تشریف فرما ہوئے تو احباب اسی طرح ایک دوسرے پر مسابقت کرنے کی سعی کرنے لگے۔ وہ پشاوری بھی بیٹھا ہوا تھا اور اس کی کلائی پر ایک زخم بھی تھا۔ احباب کی اس بھاگ دوڑ میں اس کا زخم چھل گیا اور اسے بڑی تکلیف ہوئی۔ اس نے اسے سخت بدتہذیبی خیال کیا اور وہ ناراض ہو کر چلا گیا۔ اس کے جانے کا مولوی عبدالکریم صاحب کو بھی علم ہو گیا۔ دوسرے دن حضورؑ جب تشریف فرما ہوئے تو لوگ پھر اسی طرح مسابقت کرنے لگے تو مولوی عبدالکریم صاحب نے شکایت کی کہ حضور ان لوگوں کو ذرا ادب ملحوظ خاطر نہیں ہوتا۔ اور اس پشاوری کے زخم کا واقعہ بیان کیا۔ اور کہا وہ برا بھلا کہتا ہوا یہاں سے چلا گیا۔ حضورؑ نے فرمایا:۔

"مولوی صاحب یہ تو عشق و محبت کا ثبوت ہے۔ اس سے اگر کسی کو ٹھوکر لگتی ہے تو لگنے دو۔ ہمیں اس کی پرواہ نہیں۔ دریا میں سے ایک قطرہ کم ہو گیا تو ہونے دو۔ اس سے لوگوں کو عشق و پیار کا سبق سیکھنا چاہئے نہ کہ کسی کو ٹھوکر لگنی چاہئے"۔

ایک دفعہ ایک شخص نے دعا کے لئے عرض کی۔ فرمایا "میں تو سجدوں میں دعائیں کرتا ہوں۔ مجھے اپنی جماعت اپنے خاندان سے عزیز ہے"۔

(ماخوذ از اخبار الحکم، قادیان دارالامان، ۲۱ مارچ ۱۹۳۶ء صفحہ ۳، ۴)

"لیکھ رام پشاوری کی نسبت ایک پیش گوئی"

واضح ہو کہ اس عاجز نے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں .... منشی اندر من مراد آبادی اور لیکھ رام پشاوری کو اس بات کی دعوت کی تھی کہ اگر وہ خواہشمند ہوں تو ان کی قضاء وقدر کی نسبت بعض پیش گوئیاں شائع کی جائیں سو اس اشتہار کے بعد اندر من نے تو اعراض کیا اور کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گیا لیکن لیکھرام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ اس عاجز کی طرف روانہ کیا کہ میری نسبت جو پیش گوئی چاہو شائع کر دو میری طرف سے اجازت ہے۔ سو اس کی نسبت جب توجہ کی گئی تو اللہ جلشانہ کی طرف سے یہ الہام ہوا۔

عجل جسد لہ خوار لہ نصب وعذاب

یعنی یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج کا عذاب مقدر ہے۔ جو ضرور اس کو مل کر رہے گا۔

اور اس کے بعد آج جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء روز دوشنبہ ہے اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کے لئے توجہ کی گئی تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ سے جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء ہے، چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنی ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی ہیں عذاب شدید میں مبتلاء ہو جائے گا۔

سو اب میں اس پیش گوئی کو شائع کر کے تمام مسلمانوں اور آریوں اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر ظاہر کرتا ہوں کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور نہ اس کی روح سے میرا یہ نطق ہے ...... اور یہ پیش گوئی اتفاقی نہیں بلکہ اس عاجز نے خاص اسی مطلب کے لئے دعا کی جس کا یہ جواب ملا اور یہ پیش گوئی مسلمانوں کے لئے بھی نشان ہے۔

پھر فرمایا:۔

"اب آریوں کو چاہئے کہ سب مل کر دعا کریں کہ یہ عذاب ان کے اس وکیل سے ٹل جائے"

(ضمیمہ آئینہ کمالات اسلام و مجموعہ اشتہارات جلد اول ۔ ۳۷۲،۳۷۳،۳۷۴)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جب لیکھرام کے بارے میں صراحت کے ساتھ پیش گوئی شائع کی تو آریہ سماج کی طرف سے اور لیکھرام کی طرف سے پھر بھی ہنسی اور ٹھٹھا ہوتا رہا اور مختلف نکتہ چینیاں ہوتی رہیں چنانچہ اخبار انیس ہند میرٹھ (۲۵ مارچ ۱۸۹۳ء) نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پیش گوئی مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء پر نکتہ چینی کی تو اس کے جواب میں حضور نے فرمایا کہ:۔

"اگر میری طرف سے بنیاد اس پیش گوئی کی صرف اسی قدر ہے کہ میں نے صرف یاوہ گوئی کے طور پر چند احتمالی بیماریوں کو ذہن میں رکھ کر اور انکل سے کام لے کر یہ پیش گوئی شائع کی ہے تو جس شخص کی نسبت یہ پیش گوئی ہے وہ بھی تو ایسا کر سکتا ہے کہ انہی انکلوں کی بنیاد پر میری نسبت کوئی پیش گوئی کر دے بلکہ میں راضی ہوں کہ بجائے چھ برس کے جو میں نے اس کے حق میں میعاد مقرر کی ہے وہ میرے لئے دس برس لکھ دے۔ لیکھ رام کی عمر اس وقت شائد زیادہ سے زیادہ تیس برس کی ہوگی اور وہ ایک جوان قوی ہیکل عمدہ صحت کا آدمی ہے اور اس عاجز کی عمر اس وقت پچاس برس سے کچھ زیادہ ہے اور ضعیف اور دائم المرض اور طرح طرح کے عوارض میں مبتلا ہے پھر باوجود اس کے مقابلہ میں خود معلوم ہو جائے گا کہ کونسی بات انسان کی طرف سے ہے اور کونسی بات خدا تعالیٰ کی طرف سے ...."

(برکات الدعا روحانی خزائن جلد ۶ ۔ ۳)

اس کے بعد موٹے حروف میں لکھا:۔

"لیکھ رام پشاوری کی نسبت ایک اور خبر"

آج جو ۲ اپریل ۱۸۹۳ء مطابق ۱۴ ماہ رمضان ۱۳۱۰ھ ہے صبح کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی حالت میں میں نے دیکھا کہ میں ایک وسیع مکان میں بیٹھا ہوا ہوں اور چند دوست بھی میرے پاس موجود ہیں اتنے میں ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل گویا اس کے چہرہ پر سے خون ٹپکتا ہے میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خلقت اور شمائل کا شخص ہے۔ گویا انسان نہیں ملائک شداد غلاظ میں سے ہے اور اس کی ہیبت دلوں پر طاری تھی۔ اور میں اس کو دیکھتا ہی تھا کہ اس نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے؟ اور ایک اور شخص کا نام لیا کہ وہ کہاں ہے۔ تب میں نے اس وقت سمجھا کہ یہ شخص لیکھ رام اور دوسرے شخص کی سزا دہی کے لئے مامور کیا گیا ہے۔ مگر مجھے معلوم نہیں رہا کہ وہ دوسرا شخص کون ہے .... یہ یکشنبہ کا دن اور ۴ بجے کا وقت تھا"

(برکات الدعاء، روحانی خزائن جلد ۶ ۔ ۳۳)

گویا ہفتہ اور اتوار کی درمیانی شب کو صبح چار بجے سے پہلے پہلے لیکھ رام کا خاتمہ ہو چکا ہوگا۔

ایک اور الہام اور چھ کا ہندسہ

لیکھ رام کے متعلق ایک الہام یہ ہوا:۔

یقضی امرہ فی ست

(استفتاء روحانی خزائن جلد ۱۲ ۔ ۱۲۵ حاشیہ)

یعنی چھ میں اس کا کام تمام کر دیا جائے گا۔

یعنی ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء سے چھ برس کے اندر اور کسی مہینہ کی چھ تاریخ کو اور دن کے چھٹے گھنٹے لیکھرام پر "تیغ براں" اپنا کام کرے گی۔

عید کا دن

یہ معاملہ یہیں تک نہیں رہا بلکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۹۳ء میں مولوی محمد حسین بٹالوی کو مخاطب کر کے عربی قصیدہ میں یہ خبر دی:۔

وآلیت انی مسلم ثم تکفر
فاین الحیاء انت امرء او عقرب
و بشرنی ربی و قال مبشرا
ستعرف یوم العید والعید اقرب
و سوف تری انی صدوق موید
ولست بفضل اللہ ما انت تحسب

(کرامات صادقین، روحانی خزائن جلد ۷ ۔ ۹۶)

یعنی میں حلفیہ کہہ چکا ہوں کہ میں مسلمان ہوں پر بھی آپ مجھے کافر ٹھہراتے ہیں۔ سنئے! مجھے خدا تعالیٰ نے ایک نشان کی بشارت دے کر کہا ہے کہ تو اس واقعہ کو عید کے دن پہچان لے گا۔ اور خوشی اور عید کا دن اسلامی عید سے ملحق و قریب ہوگا۔ گویا مولوی محمد حسین بٹالوی اور خود حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام بھی زندہ ہوں گے جبکہ یہ نشان یہود کی عید یعنی سبت کے دن مگر مسلمانوں کی عید کے بالکل ملحقہ دن کو ظاہر ہوگا۔

لیکھ رام کبھی قادیان نہیں آئے گا

پھر لیکھرام کی موت سے ایک ماہ پہلے فروری ۱۸۹۷ء میں جب کہ پنڈت لیکھرام قادیان میں موجود تھا فرمایا:۔

"میں نے اسی لیکھرام کے متعلق دیکھا کہ ایک نیزہ ہے۔ اس کا پھل بڑا چمکتا ہے اور لیکھرام کا سر پڑا ہوا ہے اسے اس نیزہ سے پرو دیا گیا ہے اور کہا گیا کہ پھر یہ قادیان میں نہ آئے گا"۔

(تذکرہ ۔ ۳۰۱)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ساری پیش گوئیوں کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ:۔

اول ۔ لیکھرام ایک ایسے عبرتناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا جس کا نتیجہ ہلاکت ہوگا۔

دوم ۔ یہ عذاب چھ سال کے عرصہ میں آئے گا۔

سوم ۔ یہ عذاب عید کے دن سے ملے ہوئے دنوں میں آئے گا۔

چہارم ۔ اس کی ہلاکت ایسے شخص سے مقدر ہے جس کی آنکھوں سے خون ٹپکتا ہوگا۔ (جیسا کہ کشف میں دکھایا گیا)۔

پنجم ۔ وہ "تیغ بران محمد" یعنی رسول اکرم کی تیز تلوار سے کیفر کردار کو پہنچے گا۔

ششم ۔ اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو سامری کے بنائے ہوئے بچھڑے سے کیا گیا تھا۔

آئیے اب اس شاتم رسول کو کیفر کردار تک پہنچتے ہوئے اور تیغ محمدی کا شکار ہوتے ہوئے دیکھیں۔

آخر کام تمام کیا

اور آخر کار خدائی تقدیر کا وقت آن پہنچا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے کو عذاب شدید کا مزہ چکھانے کی گھڑی آگئی اور اس گوسالہ سامری کو ذبح کر دینے کا لمحہ آن پہنچا۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ پنڈت لیکھرام ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو ہفتہ کے دن شام کے وقت اپنے مکان کی بالائی منزل پر برہنہ بدن دیانند بانی آریہ سماج کی سوانح عمری لکھ رہے تھے اور وہ شدھ ہونے والا شخص بھی بقول آریہ صاحبان کمبل اوڑھے پاس بیٹھا تھا کہ شام سات بجے تصنیف کے کام سے تھک کر پنڈت لیکھرام کھڑے ہو گئے اور کھڑے ہوتے ہی انگڑائی لی جس پر اس شدھ ہونے والے شخص نے لیکھرام کی بڑھی ہوئی توند پر خنجر سے ایسا بھرپور وار کیا کہ انتڑیاں باہر نکل آئیں اور لیکھرام کے منہ سے بیل کی طرح بڑے زور سے آواز نکلی جس کو سنتے ہی اس کی بیوی اور والدہ اس کے کمرہ میں آگئیں۔ ان کے شور سے گلی محلے کے لوگ بھی جمع ہو گئے مگر کسی کو بھی قاتل کا پتہ نہ چلا کہ وہ کدھر سے اور کدھر کو اور کس طرح غائب ہو گیا؟ محلہ اور گلی بھی ہندوؤں کی تھی اور آگے سے بند بھی تھی اور اتفاق سے اس روز گلی میں کسی لالہ جی کی شادی بھی تھی مگر کسی شخص نے کسی مشتبہ شخص کو بھاگتے یا جاتے نہیں دیکھا۔

پنڈت جی کو لاہور کے میو ہسپتال میں پہنچایا گیا۔ چونکہ شام کا وقت تھا۔ انگریز سرجن ڈاکٹر پیری وہاں موجود نہ تھے۔ ڈاکٹر کے آنے میں دیر ہوئی تو پنڈت لیکھرام اپنی تقدیر کو بار بار کوستے۔ ہائے میری قسمت کوئی ڈاکٹر بھی نہیں بوہڑا۔ (یعنی میری بدنصیبی اور بد قسمتی سے کوئی ڈاکٹر بھی نہیں پہنچا)۔

آخر بڑی انتظار کے بعد رات کے تقریباً ۹ بجے ڈاکٹر پیری آگئے۔ اس وقت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب (احمدی) میڈیکل کالج کے سٹوڈنٹ بھی وہاں ڈیوٹی پر تھے انگریز ڈاکٹر نے جو ان کو "مرزا صاحب مرزا صاحب" کہہ کر پکارا تو پنڈت لیکھرام کانپ اٹھا۔ آخر کار بعض آریوں کی درخواست پر کہ پنڈت جی کو "مرزا صاحب" کے لفظ سے تکلیف ہوتی ہے۔ مرزا یعقوب بیگ صاحب کو وہاں سے ہٹا دیا گیا۔

خیر ڈاکٹر پیری نے زخم سی دئے لیکن قریباً بارہ بجے جب وہ انتڑیاں وغیرہ صاف کر کے اور پیٹ سی کر ہاتھ دھونے لگے تو لیکھرام کے ٹانکے ٹوٹ گئے جو ان کو دوبارہ سینے پڑے۔ اس وقت پولیس نے پنڈت جی کا بیان لینا چاہا مگر ڈاکٹر نے یہ کہہ کر روک دیا کہ اس میں جان کا خطرہ ہے۔ آخر شب ہو گئی اور پنڈت لیکھرام تقریباً ۶ گھنٹے بقائمی ہوش وحواس "عذاب شدید" کا مزہ چکھتے ہوئے اور تڑپ تڑپ کر دو بجے رات یعنی اتوار کی صبح چار بجے سے پہلے چل بسے اور خداوند تعالیٰ کا کلام پوری شان کے ساتھ پورا ہو کر رہا۔

کوئی اگر خدا پہ کرے کچھ بھی افتراء
ہو گا وہ قتل ہے یہی اس جرم کی سزا

(باقی اگلے شمارہ میں)

"واعظ کو چاہئے کہ امراء کو جو لمبا کلام نہیں سن سکتے ایک چھوٹا سا ٹوٹکا سنائے جو سیدھا کان کے اندر چلا جائے اور اپنا کام کرے"۔

(ملفوظات جلد ۱۰ ۔ ۲۳۶)

تاریخ احمدیت

۱۸۸۴ء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دوسری شادی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک عرصہ سے عملاً تجرد کی زندگی بسر کر رہے تھے اور مسلسل علمی مشاغل، شب بیداری اور ذیابیطس اور دوران سر بعض امراض کی وجہ سے طبیعت انتہادرجہ کمزور ہو چکی تھی۔ عمر پچاس سال تک پہنچ رہی تھی۔ ان حالات میں شادی کی راہ میں قدم قدم پر ایسے موانع تھے کہ آپ کو ازدواجی زندگی میں قدم رکھنے کی جرات نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو بکثرت اطلاع دی گئی کہ ہم تیرے اب وجد کے سلسلہ کو منقطع کر کے تجھ سے ایک نئی نسل اور نئے خاندان کی ابتداء کرنے والے ہیں۔ چونکہ خدائی منشا میں نکاح ثانی کا ہونا ضروری تھا اس لئے خود اللہ تعالیٰ نے (غالباً) ۱۸۸۱ء میں آپ کو نئی شادی کی تحریک فرمائی اور یہ خوشخبری بھی دی کہ تمہیں تشویش کی قطعاً ضرورت نہیں۔ شادی کا سب سامان ہم اپنے دست قدرت سے کریں گے۔ چنانچہ آپ کو الہام ہوا۔

ہرچہ باید نو عروسے راہماں ساماں کنم
وآنچہ مطلوب شما باشد عطائے آن کنم

یعنی جو کچھ دلہن کے لئے فراہم ہونا چاہئے وہ میں فراہم کروں گا اور تمہاری ہر ایک ضرورت پوری کروں گا۔ اس خدائی بشارت کے تین سال بعد نومبر ۱۸۸۴ء میں خواجہ محمد ناصر رحمتہ اللہ علیہ کے خاندان میں حضرت میر ناصر نواب رضی اللہ عنہ کے ہاں آپ کی دوسری شادی ہوئی اور ان کی بیٹی نصرت جہاں بیگمؓ "خدیجہ" بن کر آپ کے حرم میں داخل ہوئیں اور لاکھوں مومنوں کی روحانی ماں ہونے کی وجہ سے "ام المومنین" کا ابدی خطاب پایا۔

نکاح کا دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایما پر ۲۷ محرم ۱۳۰۲ھ بروز سوموار (مطابق ۱۷ نومبر ۱۸۸۴ء) مقرر کیا گیا۔ تاریخ طے پا گئی تو دو خدام کی مختصر بارات لے کر دلی پہنچے۔ خواجہ میر درد کی مسجد میں عصر و مغرب کے درمیان مولوی سید نذیر حسین صاحب دہلوی نے گیارہ سو مہر پر نکاح پڑھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس موقع پر مولوی صاحب کو ایک مصلیٰ اور پانچ روپے بطور ہدیہ دئے۔ شادی بیاہ کے ملکی دستور کے مطابق حضرت کو دلہن کے لئے قیمتی زیور اور پارچات ضرور لے جانا چاہئے تھے مگر حضرت اپنے دینی منصب کے لحاظ سے اس تقریب کو اسلامی تمدن و معاشرت کی روشنی میں نہایت سادہ اور پر وقار طریق پر منانا چاہتے تھے۔ اس لئے رسم و رواج کی پابندیوں سے عجیب شان بے نیازی دکھاتے ہوئے آپ اس موقعہ پر کوئی کپڑا اور زیور ساتھ نہیں لے گئے تھے۔ صرف اڑھائی سو روپیہ نقد رقم حضرت میر صاحب کے حوالے کی کہ جو چاہیں بنوالیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نکاح پر جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان اور دلی کی برادری میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی تھی وہاں خود حضرت کے بعض قدیم اور مخلص رفقاء نے بھی آپ کی صحت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس پر اظہار افسوس کیا۔ مگر خدا نے عرش سے آپ کو ۱۸۸۶ء میں یہ جاں فزا بشارت دی کہ:۔

"تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا۔ مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہونگے اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی اور ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلد لاولد ہو کر ختم ہو جائے گی۔ اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا ان پر بلا نازل کرے گا یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے۔ ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے اور ان کی دیواروں پر غضب نازل ہو گا لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کرے گا۔ خدا تیری برکتیں ارد گرد پھیلائے گا اور ایک اجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد کرے گا........ تیری ذریت منقطع نہیں ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔ خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا"۔

چنانچہ اس وعدہ کے مطابق حضرت ام المومنین کے ذریعہ سے ایک مبارک نسل کا آغاز ہوا اور آپ کے بطن مبارک سے پانچ فرزند اور پانچ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ مبارک نسل کے اس خدائی وعدہ کے علاوہ جو ۱۸۸۶ء میں عمومی رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیا گیا آپ کا ہر بچہ قبل از وقت الہامی اطلاع اور بھاری آسمانی بشارتوں کے ماتحت تولد ہوا۔ حضرت خود فرماتے ہیں:۔

"ہر ایک لڑکا جو میرے گھر میں اس بیوی سے پیدا ہوا موعود ہے"۔

اور اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت ام المومنینؓ کو شعائر اللہ یقین کرتے۔ ان کی دلداری کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔ حضرت کو اپنی بصیرت اور باطنی قوتوں کی بناء پر آپ کے نام "نصرت جہاں بیگم" میں بھی خدائی نصرتوں کے انوار نظر آتے تھے اور آپ فرماتے تھے:۔

"چونکہ خداتعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالے گا اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہوگا۔ اس لئے اس نے پسند کیا کہ اس خاندان (میر درد" ۔ ناقل) کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے اور اس سے اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخمریزی ہوئی ہے دنیا میں پھیلاوے اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح سادات کی دادی کا نام شہربانو تھا اسی طرح میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہوگی اس کا نام نصرت جہاں بیگم ہے۔ یہ تفاؤل کے طور پر اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے تمام جہان کی مدد کے لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے یہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ کبھی ناموں میں بھی اس کی پیش گوئی مخفی ہوتی ہے"۔ (ماخوذ از تاریخ احمدیت مرتبہ مولانا دوست محمد صاحب شاہد)۔

نیا انداز درشن ہو مبارک

نیا انداز درشن ہو مبارک اے میرے پیارے
خدا نے تم کو منزل دی عدو ہیں راہ میں ہارے
عدو کی بے بسی ہے دید کے قابل جہاں میں اب
نہیں آنکھیں ملاتا اب بےچارہ شرم کے مارے
"خدا رسوا کرے گا تم کو میں اعزاز پاؤں گا"
ہوا اک بار پھر پورا مسیح پاک ؑ کے وارے
جلایا ہے خدا نے جو دیا خود اپنے ہاتھوں سے
بجھا نہ پاؤ گے اس کو لگالو زور تم سارے
کھڑا تھا کل تلک ہاتھوں میں لئے جو ظلم کی برچھی
آئی ہے اسکی اب باری چلیں گے تیز تر آرے

(منظور احمد شاد)

یاد رفتگان

میری پیاری والدہ محترمہ شہربانو ۳ فروری ۱۹۹۴ء کو بعمر ۷۵ سال حرکت قلب بند ہونے سے اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ چوہدری عدالت خان مرحوم آپ سڑوعہ کی بیٹی، چوہدری مولا بخش صحابیؓ آف سڑوعہ کی بہو اور چوہدری محمد ابراہیم صاحب کی بیوی تھیں۔

آپ عرصہ سے سانس کی تکلیف اور ہائی بلڈ پریشر کی مریضہ تھیں۔ زندگی کے آخری دو ہفتوں میں دو بار دل کا دورہ پڑا جبکہ دوسرا جان لیوا ثابت ہوا۔

والدہ صاحبہ بہت ہی نیک، خدا ترس اور فیاض خاتون تھیں۔ نہایت سادہ اور خوش اخلاق زندگی گزاری۔ کسی غیر کی تکلیف بھی برداشت نہ کر سکتی تھیں۔ گاؤں کی اکثر غریب عورتیں کپڑے، آٹا، گندم، چاول یا نقدی کی صورت میں آپ سے مدد حاصل کرتیں۔ کبھی کسی سائل کو دروازے سے خالی نہ جانے دیتیں۔

گاؤں میں صرف دو گھر احمدیوں کے ہیں۔ ۱۹۵۳ء میں بہت زیادہ مخالفت ہوئی۔ جلوس نکالے گئے۔ بائیکاٹ کیا گیا۔ گاؤں کے کنویں سے پانی لینا تک بند کر دیا گیا۔ نہری نالے کا پانی صاف کر کے پیا کرتے تھے۔ اسی طرح ۱۹۷۴ء میں بھی مخالفت کی سخت رو چلی۔ والدہ صاحبہ نے ان تمام تکالیف کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اور ہمارے دادا مکرم مولا بخش مرحوم صحابیؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات سنا کر ہماری ہمت بڑھایا کرتیں۔

والدہ صاحبہ کی گاؤں میں بہت عزت تھی۔ آپ کی فیاضی اور خدا ترسی کی وجہ سے محلے کے غیر احمدی لوگ آپ سے بہت پیار محبت کرتے تھے۔ بچے، عورتیں اور مرد سبھی آپ کو بی بی کہا کرتے تھے۔

آپ کی تدفین اوکاڑہ کے احمدیہ قبرستان میں ہوئی۔ کئی غیر احمدی بھی آپ کے جنازہ میں شامل ہوئے۔

بی بی ہمارے لئے دعاؤں کا انمول خزانہ تھیں۔ خدا ہمیں انکی نیک صفات پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

(رانا منظور احمد جرمنی)

مکرمہ پروین مختار صاحبہ آف ہونسلو لکھتی ہیں:۔

مکرمہ پھوپھی جان (والدہ عطاء المجیب راشد صاحب) بتاتی ہیں کہ جب بےبے جی (یعنی میری دادی جان استانی چراغ بی بی صاحبہ) احمدی ہوئیں اور الفضل لگوایا تو خاندان والے مخالفت کی وجہ سے چمٹے سے الفضل کو پکڑ کر چولہے میں ڈال دیتے تھے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کیا اور میرے والد پیر محمد یوسف شاہ صاحب کی کوشش سے ۴۰ افراد ایک ہی دن میں ۱۹۲۹ء میں احمدی ہوئے۔

میرے والد مرحوم پیر محمد یوسف شاہ صاحب (ہیڈ ماسٹر) نے تقریباً ساری عمر شدید مخالف ماحول میں گزاری۔ اللہ تعالیٰ نے ثابت قدم رکھا۔ بچپن کی بہت ساری یادوں میں سے ایک یہ ہے کہ ہمارا گھر ایک بڑے میدان کے پاس تھا۔ یہ غالباً ۱۹۴۸ء یا ۱۹۴۹ء کی بات ہے۔ میدان میں ایک بہت بڑا جلسہ ہو رہا تھا۔ اس وقت رواج کے مطابق مرد باہر تھڑے پر کرسیاں رکھ کر شام کو بیٹھا کرتے۔ میرے والد اور ان کے بڑے بھائی سید محمد عبداللہ شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر باہر بیٹھے ہوئے تھے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری بہت زور شور سے تقریر کر رہے تھے جو زیادہ تر احمدیت کی مخالفت میں تھی۔ جب انہوں نے یہ کہا اور للکار کر کہا "کون ہے تم میں سے جو ابھی اسی وقت پیر یوسف کو قتل کر کے غازی علم دین کا مرتبہ حاصل کرے!! اٹھو موقع ہے۔ غیرت دکھاؤ"۔ تین چار منچلے اٹھے اور پتھر اٹھا کر ہمارے گھر کی طرف بھاگے۔ لیکن چند قدم کے بعد کسی غیبی طاقت نے انہیں روک لیا۔ اور وہ پتھر زمین پر پھینک کر واپس چلے گئے۔

ہم لوگ بیٹھک کی کھڑکی کی سلاخوں سے، جس کے آگے چق تھی یہ سب دیکھ اور سن رہی تھیں۔ میری والدہ فکر مند تھیں مگر مکرم والد صاحب نے کوئی گھبراہٹ کا مظاہرہ نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان سلامت رکھا۔ میرے والد صاحب اور مکرم تایا جی دونوں موصی تھے اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہونے کی سعادت پائی۔

AL FAZL INTERNATIONAL
WEEKLY-LONDON

ISSN: 13529587

TEL No: (081) 870 8517
FAX No: (081) 870 1095

بقیہ پیغام حضور انور از صہ ۲

کے فرشتوں کو نازل ہوتے ہوئے دیکھو۔ دیکھو کہ کس طرح غم کی ہر تقدیر کو خوشی کی تقدیر میں تبدیل کیا جائے گا اور ہر دکھ کے اندھیرے کو روشنی میں بدل دیا جائے گا۔

ایسا ہو گا اور ضرور ایسا ہی ہو گا

میرا ایمان غیر متزلزل ہے اور میرے پائے ثبات میں کوئی لغزش نہیں۔ میرے بھائیو۔ میرے دل جان سے زیادہ پیارے بھائیو جو میرے ساتھ اخوت کی ایک اٹوٹ آسمانی لڑی میں پروئے گئے ہو میں جانتا ہوں کہ تم بھی تقویت ایمان اور ثبات قدم کے ایک بلند مقام پر فائز کئے گئے ہو یقین رکھو کہ ایسا ہی ہو گا۔ مگر ابھی آزمائش کے چند دن باقی ہیں۔ اس لئے راتوں کو اٹھ کر بہت رویا کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ روتا رہوں گا۔ اپنی صبحوں کو بھی آنسوؤں سے بھگوئے رکھو اور شاموں کو بھی۔ اور اپنے رب سے یہ عرض کرتے رہو کہ

جلد آ پیارے ساقی، اب کچھ نہیں ہے باقی
دے شربت تلاقی، حرص و ہوا یہی ہے
اس دیں کی شان و شوکت یا رب مجھے دکھا دے
سب جھوٹے دیں مٹا دے، میری دعا یہی ہے

اللہ آپ سب کا حامی و ناصر ہو اور آپ کی طرف سے مجھے کوئی دکھ نہ دکھائے۔ وہ تو خوب جانتا ہے کہ آپ کے لئے میری برداشت کا آبگینہ بہت نازک ہے۔

والسلام
خاکسار
مرزا طاہر احمد

☆

یہ تو سنت ہے خدا کی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

خون دل سے ظلم کی تفصیل لکھی جائے گی
جب ہمارے دور کی انجیل لکھی جائے گی
کب جنون عشق کے انداز سمجھے جائیں گے
کب کتاب عشق کی تسہیل لکھی جائے گی
کب شکست لفظ کا اعجاز سوچا جائے گا
اور حرفوں کی نئی تشکیل لکھی جائے گی
منصفوں کے ہاتھ سے انصاف کب ہو گا رقم
ظالموں کے حق میں کب تذلیل لکھی جائے گی
یہ تو سنت ہے خدا کی اس سے بچ جاؤ گے کیا؟
ظالمو! پھر سورہ الفیل لکھی جائے گی

(پرویز پروازی)

آسماں پر دعوت حق کے لئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار
باغ میں ملت کے ہے کوئی گل رعنا کھلا
آئی ہے باد صبا گلزار سے مستانہ وار
اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگان دشت خار

برمنگھم میں جلسہ کسوف و خسوف و یوم مسیح موعودؑ

حضرت امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق آج سے سو سال قبل ۱۸۹۴ء میں چاند اور سورج گرہن کے دو عظیم الشان نشان ظاہر ہوئے تھے۔ اس مناسبت سے جماعت احمدیہ برمنگھم (یو۔ کے) کے زیر انتظام ۱۶ اپریل کو احمدیہ مشن ہاؤس برمنگھم کے قریب واقع ایک سکول کے وسیع ہال میں ایک جلسہ کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں احباب جماعت کی بڑی تعداد کے علاوہ قریباً ۱۳۰ مہمان شریک ہوئے۔ اس جلسے میں Sandwell کی میئر اور والسال کی ڈپٹی میئر نے بھی شرکت کی۔ جلسہ کی صدارت مکرم آفتاب احمد خان صاحب امیر جماعت احمدیہ یو۔ کے۔ نے فرمائی۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ اس موقعہ پر مکرم امیر صاحب یو۔ کے۔ نے جلسہ کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کا تعارف کرایا۔ بعد ازاں مکرم عطاء المجیب صاحب راشد مبلغ انچارج یو۔ کے۔ نے خسوف و کسوف کے نشان کے حوالے سے بہت مؤثر انداز میں حاضرین سے خطاب فرمایا۔ اس موقعہ پر حاضرین کو خسوف و کسوف کے نشان کے متعلق ایک پمفلٹ بھی دیا گیا۔ جلسہ کے بعد تمام حاضرین نے عشائیہ میں بھی شرکت کی۔ جو مہمان جلسہ میں شریک ہوئے ان میں سے ایک دوست نے چند روز بعد مع فیملی بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کی۔

اعلان نکاح

۲۳ اپریل ۱۹۹۴ء کو بعد نماز عصر سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد فضل لندن میں دو نکاحوں کا اعلان فرمایا۔ پہلا نکاح عزیزہ منصورہ صاحبہ بنت Logut Georges آف فرانس کا، عزیزم بشیر احمد شریف ابن مکرم مولانا محمد شریف صاحب مرحوم (سابق مبلغ گیمبیا و بلاد عربیہ) کے ساتھ مبلغ چھ ہزار پونڈ حق مہر پر طے پایا۔ عزیزہ منصورہ کے والدین احمدی نہیں۔ باوجود کئی صدمات اور شدید دباؤ کے آپ نے خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ استقامت دکھائی اور بڑے اخلاص کے ساتھ احمدیت پر قائم ہیں۔ اس نکاح میں حضور انور نے ازراہ شفقت خود ان کی طرف سے ولایت کا فریضہ انجام دیا۔ (۷ مئی بروز ہفتہ محمود ہال لندن میں ان کی تقریب رخصتانہ عمل میں آئی اور اگلے روز عزیزم بشیر احمد شریف نے دعوت ولیمہ کی)۔ حضور انور ایدہ اللہ نے ازراہ شفقت ہر دو تقریبات میں شرکت فرمائی۔

دوسرا نکاح عزیزہ مبارکہ روزی مرزا بنت مکرم مرزا محمد اقبال صاحب آف قادیان (انڈیا) کا عزیزم ظہیر الدین قمر صاحب ابن خواجہ رشید الدین صاحب قمر آف لندن کے ساتھ مبلغ پانچ ہزار پونڈ حق مہر پر قرار پایا۔ ایجاب و قبول کے بعد حضور انور نے ان نکاحوں کے ہر لحاظ سے بابرکت ہونے کے لئے دعا کروائی۔

mta- Muslim Television Ahmadiyya

Al Shirkatul Islamiyyah, 16 Gressenhall Road, London SW18 5QL
Tel : +44 (0)81 870 0922 Fax : +44 (0)81 870 0684

Satellite	EUTELSAT II F3	STATSIONAR 21	STATSIONAR 4	GALAXY 2
Area	Europe, North Africa	Asian, Middle East, Eastern Europe, East Africa Regions	South America, Africa and European Regions	North America, Canada
Position	16° East	103° East	14° West	74° West
Transponder	37	7 (C-Band)	7 (C-Band)	11
Frequency	11.575 GHz	3725 MHz	3725 MHz	36 MHz
Polarity	Vertical	Right Hand circular	Right Hand circular	Horizontal
Format	625 Lines PAL Colour	625 Lines PAL Colour	625 Lines PAL Colour	NTSC
Audio Sub-Carriers				
Urdu	6.5 MHz	6.5 MHz	6.5 MHz	6.2 MHz
English	7.02 MHz	7.02 MHz	7.02 MHz	-
Arabic	7.20 MHz	7.20 MHz	7.20 MHz	-
Bosnian*	7.38 MHz	7.38 MHz	7.38 MHz	-
Russian*	7.56 MHz	7.56 MHz	7.56 MHz	-
German*	7.74 MHz	7.74 MHz	7.74 MHz	-
French	7.92 MHz	7.92 MHz	7.92 MHz	-
Turkish*	8.10 MHz	8.10 MHz	8.10 MHz	-
London Time	13.00 - 16.00 (Daily)	07.00 - 19.00 (Fridays Only)	13.30 - 14.30 (Fridays Only)	13.30 - 14.30 (Fridays Only)

* On special occasions only

Radio = Short Wave Band Radio, 25 Meter Band, Digital Frequency 11695
Timings: 13.30 - 14.30 London Time (Fridays Only). For Asian Countries only.
From 1 April '94: 16 Meter Band, Digital Frequency 17765

All timings and frequencies are subject to change without notice.

AL FAZL INTERNATIONAL WEEKLY
16 Gressen Hall Road, London SW18 5QL (U.K)